تحفۃ المناظر

مبادیات مناظرہ، اصول حدیث، عقائد، تقلید، رفع یدین، قرأت خلف الامام، بیس تراویح، آمین بالجہر، طلاق ثلاثہ، صفات باری تعالیٰ، حاضر و ناظر، علم غیب، نور بشر اور عید میلاد النبی پر مکمل و مدلل سیر حاصل بحث

مناظر اسلام وکیل احناف
حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

ترتیب و تخریج
مفتی ضیاء الرحمان ذاکر
سابق استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ عمر فاروق

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات
۱۴۹	اصحابہ کی تقلید نہ کرنے کی وجہ
۱۵۱	نیا مذہب بنانا جائز نہیں
۱۵۳	مذاہب اربعہ سے اعراض میں فتنہ وفساد ہے
۱۵۴	مذاہب اربعہ کی تقلید سواد اعظم کی تقلید ہے
۱۵۵	تقلید سے مفر نہیں
۱۵۶	اکابرین امت بھی مقلد تھے
۱۵۷	مجتہد کے لئے تقلید کا حکم
۱۵۸	اتباع نفس جائز نہیں
۱۶۰	فروعات میں منع تقلید کا وبال
۱۶۱	غیر مقلدین کے اعتراضات
۱۶۲	دوسرا اعتراض: واذا قيل لهم اتبعوا ما أنزل الله
۱۶۶	تیسرا اعتراض. مقلدین ائمہ کا درجہ قرآن وحدیث سے بڑھاتے ہیں
۱۶۶	چوتھا اعتراض: دلیل کمزور ہونے کے باوجود تقلید کرتے ہیں
۱۶۸	دوسری دلیل: اتخذوا أحبارهم ورهبانهم
۱۶۹	حدیث عدی بن حاتم
۱۷۱	پانچواں اعتراض: حدیث جابر
۱۷۵	چھٹا اعتراض: لايقلدن رجل رجلاً
۱۷۶	فقہ حنفی کی تعریف
۱۷۸	امام معصوم نہیں
۱۷۹	غیر مقلدین سے گفتگو کے طریقے
۱۸۳	**مسئلہ رفع یدین**
۱۸۵	تعیین مدعی
۱۸۵	دعویٰ

مسئلہ تقلید

مسئلہ تقلید

شقِ تعیین

مدعی کی تعریف میں گزرا "الذی یثبت أمراً زائداً فهو المدعی"۔ اس قاعدے کے تحت احناف مدعی ہے۔ اس لئے کہ یہاں دو چیزیں ہیں: تقلید مطلق، تقلید شخصی، تقلید مطلق کا انکار سوائے علامہ شوکانی اور موجودہ زمانے تک مولانا طالب الرحمٰن کے کسی نے نہیں کیا اور قاعدہ ہے کہ نفی الأعم یستلزم نفی الأخص، اعم کی نفی اخص کی نفی کو مستلزم ہے، یعنی جب عام کی نفی کی جائے تو خاص کی نفی خود بخود ہو جائے گی۔ جب عام (تقلید مطلق) کا انکار کیا تو خاص (تقلید شخصی) کی نفی خود بخود ہوگئی، ان کے علاوہ باقی غیر مقلد تقلید مطلق کے قائل ہیں، مولانا نذیر حسین دہلوی نے "معیار الحق" میں تقلید مطلق کا انکار نہیں کیا، تقلید مطلق کے غیر مقلدین بھی قائل ہیں ہم اس پر ایک زائد قید شخصی لگاتے ہیں، لہٰذا احناف مثبت زیادہ ہیں اور مثبت زیادہ مدعی ہوتا ہے۔

صلِ بحث

مناظرے میں پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے، پہلی تقریر میں دلائل وغیرہ بیان کرے گا، جب کہ آخری تقریر میں صرف ان دلائل کو گنوائے گا جن کا جواب فریق مخالف نے نہیں دیا۔ آخری تقریر میں کوئی نئی بات یا نئی بحث پیش نہیں کر سکتا۔

فریق مخالف جو نفی کر رہا ہے وہ جواب دعویٰ لکھے گا، جواب دعویٰ میں آپ اس بات کی تعیین کروائیں گے کہ غیر مقلدین جو تقلید شخصی کی نفی کر رہے ہیں وہ نفی مدلول النص ہے یا عدم اصلی پر مبنی اور غیر مدلول النص ہے، اگر نفی مدلول

النص ہوتو ثانی کو بھی دلیل پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی اور اگر نفی غیر مدلول النص ہوتو اسے دلیل بیان کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، اس کا کام صرف نقض تفصیلی وارد کرنا ہے۔

تقلید شخصی میں احناف کا دعویٰ

ہمارا دعوی یہ ہے کہ تقلید شخصی (شخص معین کی پیروی) مسائل غیر منصوص علیہا اور مسائل منصوصہ متعارض فیہا کے دفع تعارض میں واجب لغیرہ کے درجے میں ہے۔

تنقیح دعوی

مسائل: تقلید صرف مسائل میں ہوتی ہے، رہا مسئلہ عقائد کا تو اثبات عقائد میں تقلید نہیں، البتہ فہم العقائد من النصوص میں تقلید کی جاتی ہے۔

غیر منصوص علیہا: تقلید ان مسائل میں ہوتی ہے جن کے بارے میں کوئی نص نہ ہو، جیسے بھنگ، چرس، ہیروئین کا حرام ہونا، بیع تعاطی کا مسئلہ اور ایسے معاملات کا حکم جن کے متعلق قرآن وحدیث میں صراحۃً کوئی حکم مذکور نہیں۔ مسائل منصوصہ میں تقلید نہیں کی جاتی جیسے: تکبیر تحریمہ، قیام، رکوع، سجدہ، صوم، حج، زکوۃ اور نکاح کے بہت سے ایسے مسائل جو منصوص علیہا غیر متعارض فیہا ہیں۔

منصوصہ متعارض فیہا: وہ مسائل منصوصہ جن میں تعارض نہیں ان میں تقلید نہیں، جیسا کہ گزر چکا، البتہ ایسے مسائل جو اگرچہ منصوص ہیں لیکن ان میں تعارض ہے ان میں امام کی تحقیق پر عمل کیا جائے گا۔ جیسا تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا مسئلہ، نص میں کانوں تک اور کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا تذکرہ ہے، کس نص کو لینا ہے؟ امام کی تحقیق پر عمل کیا جائے گا انہوں نے جس طرح تطبیق بین النصوص دی اسی پر عمل کریں گے۔

اسی طرح نماز میں تعوذ، تسمیہ کے بعد کون سی دعا پڑھیں گے، سبحانك اللّٰهم یا کوئی اور؟ نص میں دونوں مذکور ہیں، ہاتھ کہاں باندھیں گے؟ سینے پر یا ناف کے نیچے؟ قراۃ خلف الامام کی جائے گی یا نہیں؟ دلائل دونوں طرف ہیں۔ ایسے مسائل منصوصہ متعارض فیہا میں ہم امام صاحب کے علم وتقوی، فہم وفراست اور خداداد صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی بیان کردہ تحقیق وتطبیق پر عمل کرتے ہیں۔

دفع تعارض: جہاں تک معلومات کا تعلق ہے تو غیر مطبوعہ ونادر نسخوں کی طباعت کی وجہ سے وہ باتیں

ب تک پردہ خفا میں تھیں ظاہر ہوگئیں اور احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہمارے سامنے آگیا، اگر یہ کہا جائے کہ معلومات کی حد تک ہم بڑھے ہوئے ہیں تو بے جا نہ ہوگا لیکن یہ صرف معلومات ہیں، علم الگ چیز ہے، اسلاف کا تعلق علم سے تھا اور ہمارا مطمح نظر معلومات ہیں، اور ان دونوں میں بہت فرق ہے، باوجود کثرت معلومات کے ہم دفع تعارض، تطبیق، ترجیح وغیرہ سے نابلد ہیں، اسی لئے دفع تعارض کے لئے ہم امام معین کی پیروی کرتے ہیں۔

واجب لغیرہ: شخص معین کو لازم پکڑنا اور اس کی ہی ساری تحقیق کو مان لینا حکم نص نہیں، البتہ دین کو کھلونا بنانا اور اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرنا بلاشبہ حکم نص ہے۔ اور یہ حکم عادتاً اسی صورت میں متحقق ہوسکتا ہے کہ جب شخص معین کی تحقیق کو مانا جائے اور اس پر اعتماد کیا جائے، اسی لئے ہم تقلید شخصی کو واجب لغیرہ کے درجے میں قرار دیتے ہیں۔

بالفاظ دیگر خواہشات کی پیروی حرام ہے، اور حرام کی ضد واجب ہے، یعنی خواہشات کی پیروی نہ کرنا واجب ہے اور یہ واجب عادتاً و تجربتاً شخص معین کی پیروی پر موقوف ہے تو بقاعدہ "مالا یتوصل إلی الواجب إلا بہ فھو واجب" جو چیز ادائیگی واجب میں ممد و معاون ہو، اس کے بغیر واجب ادا نہ ہو تو وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے۔ ہم تقلید شخصی کو واجب قرار دیتے ہیں اور چونکہ اس میں نص صریح موجود نہیں، لہٰذا اس کا بھی لحاظ کرتے ہوئے اسے لعینہ وجوب کا درجہ نہیں دیا بلکہ واجب لغیرہ کہا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ غیر مرتفع ہو جائے تو اس کی ضرورت نہیں۔ (۱)

---

(۱) اس قدر واضح عبارت کے باوجود دیگر کتب کے ساتھ ساتھ تحفۃ المناظر کو بھی شمار کرتے ہوئے تبصرہ کیا کہ عزیز اللہ مولوی کتاب مسئلۃ التقلید، ص: (۱۳) طاہر آفریدی، اوکاڑوی مجموعۃ الرسائل، ص: (۲۳) اور منظور مینگل، ص: (۱۳۲) میں تحریر کرتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے مسائل میں تعارض ہے، اسی طرح متعدد مسائل جو قرآن و حدیث میں موجود نہیں۔

'' کہتے ہیں مسائل منصوص علیہا متعارض فیہا، ۲ مسائل غیر منصوص علیہا جن کا ثبوت قرآن و سنت میں ہی نہیں مثلاً جہاز کے سفر، خرید و فروخت کے مسائل ہیں، قرآن و حدیث میں اس کی کوئی تفصیل ذکر نہیں۔ ٹیلیفون پر طلاق دینا، تحریری طلاق دینا اس کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اس طرح بینکاری، بیمہ، کمپیوٹر وغیرہ۔

مطلب یہ ہے کہ یہ مسائل قرآن و حدیث میں نہیں ہیں، اس لئے امام صاحب کی تقلید واجب ہے۔ پس ہم کہتے ہیں: آپ کے علم میں یہ مسائل نہیں ہوں گے، قرآن و حدیث میں موجود ہیں، اس لئے کہ آپ اندھے ہیں اور الحمد للہ قرآن و حدیث میں یہ مسائل موجود ہیں اور اگر ہم نے ہر مسئلے میں قرآن و حدیث پیش نہ کیا تو پھر آپ کی باطل بات صحیح ہو جائے گی اور ہمارا دعویٰ غلط۔''

مولانا امین اللہ پشاوری صاحب کا تبصرہ سمجھ سے باہر ہے۔ کیا قرآن و حدیث میں بعض نصوص میں بظاہر تعارض نہیں؟ اور کیا سب کے سب صراحتاً منصوص علیہ ہیں؟ کوئی عقل مند اور نصوص سے واقف شخص یہ دعویٰ ہرگز نہیں کرسکتا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

خیر القرون میں دینداری غالب تھی اور خواہشات نفسانی کا غلبہ نہ تھا، اس لئے وہاں اجازت تھی کہ کسی بھی مسلک ومشرب کی طرف رجوع کر سکتے تھے۔ بالفرض اگر اب بھی ایسا دور آجائے تو پھر غیر (خواہشات نفسانی وغیرہ) کے مرتفع ہونے کی وجہ سے یہ وجوب بھی مرتفع ہو جائے گا۔

غیر مقلدین کا جواب دعویٰ

جیسا کہ پہلے مناظرہ کی تعریف گزری: "توجه المتخاصمين في النسبة بين الشيئين". ہمارا دعویٰ تقلید کے متعلق ''واجب لغیرہ'' کا ہے اور واجب کی ضد مکروہ تحریمی یا حرام ہے۔

اگر غیر مقلدین ''مکروہ تحریمی یا حرام'' لکھ دیں تب مناظرہ ہوگا، اگر وہ لکھ دیں کہ حرام یا مکروہ تحریمی ہے اور اس کے لئے دلیل میں ''نہی'' پیش کریں تو جس طرح نہی سے حرمت ثابت ہوتی ہے اسی طرح نہی سے کراہت تحریمی کا ثبوت بھی ہوتا ہے اور یہ کام فقیہ کا ہے، فقیہ کو یہ لوگ مانتے ہی نہیں، اگر کہیں کہ مانتے ہیں تو اسی کا نام تقلید ہے۔

اگر غیر مقلدین تقلید کا حکم شرعی متعین نہ کریں صرف یہ کہیں کہ ''تقلید ثابت ہی نہیں'' تو آپ کہیں کہ ہم اپنے دعویٰ سے ''واجب لغیرہ'' مٹاتے ہیں اور ''تقلید ثابت ہے'' کے الفاظ لکھتے ہیں۔ اگر وہ اس پر راضی نہ ہوں تو مناظرہ نہیں ہوگا، یا تو ہماری طرح حکم شرعی متعین کریں یا پھر ہم ''ثابت ہے'' لکھیں گے۔

ہر ایک اپنے اصولوں کا پابند ہے

پہلے بھی یہ بات گزری کہ ہر فریق اپنے اپنے اصولوں کا پابند ہوگا اور دوسرے کو اس کا پابند نہیں کرے گا۔ اگر پرویزی کہے کہ میں صرف قرآن پاک کو مانتا ہوں، صرف قرآن سے تعداد رکعات ثابت کرو تو اس سے کہا جائے گا کہ صرف قرآن کو ماننا آپ کا اصول ہے ہم اس کے پابند نہیں، ہم حدیث کو بھی حجت مانتے ہیں، لہٰذا ہم حدیث سے

(بقیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) ظاہر ہے کہ جن نصوص میں تعارض ہے ان میں تطبیق، ترجیح وغیرہ کی ضرورت پیش آئے گی تاکہ تعارض کو ختم کیا جائے۔ اور جو مسائل صراحتاً منصوص علیہا نہیں ان کے متعلق استنباط وقیاس کی نوبت آئے گی اور تطبیق وترجیح، استنباط وقیاس کے لئے اجتہاد کی صفت سے متصف ہونا درکار ہے۔ اس صفت کے نہ ہوتے ہوئے کیا گیا قیاس واستنباط اور دی گئی تطبیق وترجیح قابل قبول نہیں۔

مولانا نے دعوی کیا کہ اگر ہم نے ہر مسئلے قرآن وحدیث الخ چاہیے تو یہ تھا کہ تحدی کے اس مقام میں اپنے اس دعوی کو دلائل سے ثابت کیا جاتا، لیکن محض دعوی کر کے چھوڑ دیا۔ وقت موعود یا دیگر کتابوں کے حوالے کے بجائے اسی مقام میں انہیں ثابت کرنا چاہیے تھا، کیوں کہ اصول تحقیق کا تقاضا یہی ہے۔

كأن هذا المتبع جعل قولَ الغير قلادةً في عنقه من غير مطالبة دليل"(۱).

"کسی کو حق پر سمجھتے ہوئے دلیل میں غور کیے بغیر قول یا فعل میں اس کی اتباع کرنا گویا کہ یہ اتباع کرنے والا غیر کے قول کو ہار سمجھ کر اپنے گلے میں ڈالتا ہے اور دلیل کا مطالبہ نہیں کرتا"۔

۲- "وهو عبارة عن اتباعه في قوله أو فعله معتقداً للحقية من غير تأمل في الدليل"(۲).

"دلیل میں غور وفکر کیے بغیر کسی کو حق پر سمجھتے ہوئے قول یا فعل میں اس کی پیروی کرنا"۔

۳- التقليد اتباع الغير على ظن أنه محق بلا نظر في الدليل"(۳).

"دلیل میں غور وخوص کیے بغیر کسی کی اتباع کرنا یہ گمان رکھتے ہوئے کہ وہ حق پر ہے"۔

٤- "قبول قول الغير بلا حجة ولا دليل"(٤).

"دلیل کی معرفت حاصل کیے بغیر کسی کے قول پر عمل پیرا ہونا"۔

٥- "قبول قول المرء في الدين بغير دليل"(٥).

تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے

تقلید کی تعریف میں لفظ "اتباع" موجود ہے، ہمارا دعوی یہ ہے کہ تقلید اور اتباع ایک چیز ہے، غیر مقلدین

---

(۱) (كشاف اصطلاحات الفنون: ۱۱۷۸، بحواله الكلام المفيد: ۳۱، مكتبة صفدرية).

اس تعریف پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا امین اللہ پشاوری صاحب عبارات میں تناقض ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کیا صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل کی طرف بالکل نہیں دیکھا؟ آپ پر بلا دلیل ایمان لائے ہیں۔

الجواب اولاً: جس طرح مولانا امین اللہ پشاوری صاحب حدیثِ معاذ کے تحت ہم سے مطالبہ کرتے ہیں: آپ بتائیے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہاں اجتہاد کیا؟ اور انہیں نص نہیں ملی اور یمن والوں نے ان کی تقلید کی ہو۔ اسی طرح ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ آپ یہ ثابت کریں کہ تمام صحابہ کرام نے دلیل کو دیکھ کر ایمان قبول کیا اور وہ دلیل کیا تھی؟

ثانیاً: تقلید کا فاعل مقلد اور مفعول ائمہ اربعہ میں سے کوئی ہو اس نسبت میں اور تقلید کا فاعل حضرات صحابہ ہوں اور مفعول جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہو ان دونوں میں فرق ہے۔ کیوں کہ مسلمہ ضابطہ ہے کہ نسبۃ الفعل إلی الفاعل یغایر نسبتہ إلی فاعل آخر۔

ثالثاً: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل بذاتِ خود دلیل ہے، وہاں کسی اور دلیلِ خارجی کی ضرورت نہیں کہ اس کا مطالبہ کیا جائے۔

(۲) (شرح المنار: ۲۵۲، بحواله الكلام المفيد: ۳۱، مكتبة صفدرية).

(۳) (الشامي شرح الحسامي: ۱۹۰، قديمي).

(٤) (التعريفات: ٤٧، دار المنار). (٥) (قواطع الأدلة: ۲/ ۳٤۰، دار الكتب العلمية).

ن کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ تقلید الگ چیز ہے اور اتباع الگ ہے، تقلید مذموم جب کہ اتباع محمود ہے۔ (۱)

ہماری دلیل یہ ہے کہ معرَّف اور معرِّف دونوں ایک ہی ہوتے ہیں اور تقلید کی تعریف میں اہل لغت نے لفظ "اتباع" کو ذکر کیا ہے، جیسا کہ تعریفات سے ظاہر ہے، اگر ان دونوں میں فرق ہوتا تو اہل لغت تقلید کی تعریف اتباع سے نہ کرتے۔ "لأن التعريف بالمتغاير لا يجوز".

کسی چیز کی تعریف ایسے الفاظ سے کرنا درست نہیں کہ اس چیز اور ان الفاظ کا آپس میں ربط و جوڑ ہی نہ ہو۔

قرآن کریم میں جہاں لفظ اتباع ہے مفسرین نے وہیں تقلید کی بحث کو چھیڑا ہے، حالانکہ وہاں لفظ تقلید موجود نہیں، معلوم ہوا کہ مفسرین بھی تقلید اور اتباع میں فرق نہیں کرتے، اگر فرق ہوتا تو تقلید کی بحث کسی اور جگہ بھی ذکر کر سکتے تھے۔

اتباع بھی بلا دلیل ہوتا ہے

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تقلید وہ ہے جو بلا دلیل ہو اور اتباع مع الدلیل ہوتا ہے، اس لئے دونوں متغایر ہیں، لیکن یہ بات درست نہیں، ﴿ومن يتبع خطوت الشيطن فإنه يأمر بالفحشاء والمنكر﴾ [النور: ۲۱]

"جو شخص شیطان کی پیروی کرتا ہے تو اچھی طرح جان لے کہ شیطان بے حیائی اور نامعقول کام ہی کرنے کا حکم دیتا ہے"۔

﴿بل نتبع ما ألفينا عليه آبائنا﴾ [البقرة: ۱۷۰].

(۱) مولانا امین اللہ پشاوری صاحب اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہم کہتے ہیں کہ تقلید کی تعریف میں اتباع کو آپ لائے ہیں، ورنہ تقلید کی تعریف یہ ہے: قبول قول الغير یا أخذ قول الغير اتباع آپ کہاں سے نکال لائے ہیں۔ اپنے گھر سے عبارت لا کر ہمارے حق کو کمزور کر رہے ہو۔

تحفۃ المناظر میں تقلید کی پانچ تعریفیں مذکور ہیں جن میں سے تین تعریفوں میں لفظ اتباع موجود ہے۔ مولانا کا تقلید کی تعریف میں لفظِ اتباع کا انکار کرنا بدیہیات کا انکار ہے۔ باقی یہ بات کہ احناف میں سے بعض حضرات نے تقلید اور اتباع میں فرق کیا ہے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ وہ عبارات کوئی قرآن نہیں ان کی رائے ہے۔ اس کے ذریعے باقیوں کو الزام دینا درست نہیں۔

نیز کئی مواقع میں حضرات اکابرین کی عبارت میں موجود لفظ تقلید کا ترجمہ خود مولانا امین اللہ پشاوری صاحب نے اتباع سے کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی عبارت: لا يقلدون إلا صاحب الشرع کا ترجمہ کیا "صحابہ کرام فقط نبی علیہ السلام کا اتباع کرتے تھے"۔ یہی کام اگر کوئی اور کرے تو تقلید اور خیانت کہلائے اور جب مولانا اس کا ارتکاب کریں تو تحقیق و دیانت بن جائے۔ یا للعجب!

"ہم تو اسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے"۔

اور اس طرح کی دیگر آیات میں لفظ اتباع موجود ہے لیکن غیر مقلدین بھی اس کے قائل نہیں کہ یہاں اتباع مع الدلیل ہے۔

معرّف ومعرَّف حدو محدود میں تساوی ضروری ہے

نیز مسلم قاعدہ ہے کہ معرّف اور معرَّف دونوں میں اتحاد ہوتا ہے جیسے:"الانسان ماھو؟ حیوان ناطق" الفاظ کا فرق ہے مفہوم و مراد ایک ہی ہے، حیوان ناطق انسان ہے، انسان حیوان ناطق ہے، معرّف اور معرَّف میں فرق صرف اجمال اور تفصیل کا ہوتا ہے، معرَّف مجمل جب کہ معرّف مفصّل ہے۔

متاخرین کا مذہب ہے کہ حد اور محدود میں تساوی ضروری ہے اور تعریف الشئی بمغایرہ جائز نہیں اور اہل لغت نے تسلیم کیا ہے کہ تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے فلو کان الاتباع مغایراً للتقلید لما أورده اللغویون فی تعریف التقلید لکن التالی باطل، فالمقدم مثله فی البطلان.

تقلید عین اتباع ہے

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اتباع تقلید کی تعریف نہیں بلکہ اس کا اثر مرتب اور حکم ہے، یعنی الأثر الذی یترتب علی التقلید. یہ بات بھی درست نہیں، اس لئے کہ تقلید کے بارے میں کہا گیا:التقلید أی: الاتباع اور لفظ "أی" کے متعلق ضابطہ نحو یہ ہے کہ اَی کا ماقبل معطوف علیہ اور مابعد عطف بیان ہوتا ہے، معطوف علیہ اور عطف بیان دونوں کا مصداق ایک ہی ہوتا ہے، جیسا کہ اقسم باللہ أبو حفص عمر. ابو حفص اور عمر ایک ہی ہیں۔لہٰذا یہ کہنا کہ اتباع تقلید کا اثر مرتب یا اثر لازم ہے درست نہیں، مزید برآں متاخرین تعریف باللازم کو جائز قرار نہیں دیتے، لہٰذا معلوم ہوا کہ تقلید عین اتباع ہے۔

تقلید علی الاطلاق مذموم نہیں

تقلید اور اتباع کے متعلق یہ کہنا کہ تقلید مذموم اور اتباع محمود ہے، علی الاطلاق درست نہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ مصادر لابشرط شیء کے درجے میں ہوتے ہیں، جب ان کے فاعل اور مفعول کو متعین کریں گے تو معنی بھی متعین ہو جائے گا۔ ایمان مصدر ہے اگر اس کا فاعل مومن اور مفعول مامورات میں سے ہو تو ایمان محمود ہوگا، جیسے

﴿یؤمنون بالغیب﴾ [البقرۃ:۳] . ﴿آمن الرسول بما أنزل إلیہ من ربہ والمؤمنون﴾.[البقرۃ: ۲۸۵].
لیکن اگر ایمان کا فاعل کافر اور مفعول منہیات میں سے ہو تو یہ ایمان مذموم ہوگا جیسے:﴿یؤمنون بالجبت والطاغوت﴾ [النساء: ۵۱]. یہی حال اتباع کا ہے، اگر فاعل اہل اللہ اور مفعول دین ہے تو یہ اتباع فی الدین اور محمود ہے۔﴿والذین اتبعوھم باحسان﴾ [التوبۃ: ۱۰۰] . ﴿إن کنتم تحبون اللہ فاتبعونی﴾ [آل عمران: ۳۱]. اگر فاعل ومفعول اس قسم کے نہیں تو یہ اتباع مذموم ہے:﴿ومن یتبع خطوات الشیطن﴾[النور:۲۱]. ﴿بل نتبع ما ألفینا علیہ اٰبائنا﴾. [البقرۃ: ۱۷۰]. تقلید بھی اسی طرح ہے، فاعل و مفعول کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا کہ تقلید فی الدین ہے یا فی الدین نہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"والذی علیہ جماھیر الأمۃ أن الاجتھاد جائز فی الجملۃ، والتقلید جائز فی الجملۃ، لا یوجبون الاجتھاد علی کل أحد ویحرمون التقلید، ولا یوجبون التقلید علی کل أحد ویحرمون الاجتھاد، وأن الاجتھاد جائز للقادر علی الاجتھاد، والتقلید جائز للعاجز عن الاجتھاد"(۱).

"جمہور امت کا مذہب یہ ہے فی الجملہ اجتہاد بھی جائز ہے اور تقلید بھی، ایسا نہیں کہ ہر ایک پر اجتہاد واجب اور تقلید حرام ہو اور نہ ہی ہر ایک پر تقلید واجب اور اجتہاد حرام ہے بلکہ جو اجتہاد پر قدرت رکھتا ہے اس کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے اور اجتہاد سے عاجز ہو اس کے لئے تقلید کرنا جائز ہے"۔

اگر تقلید علی الاطلاق مذموم ہوتی تو علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جنہیں غیر مقلدین اپنا پیشوا مانتے ہیں، تقلید کو جائز نہ کہتے۔ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عاجز عن الاجتہاد کے لئے تقلید جائز ہے۔ اجتہاد چونکہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں، اس کے لئے علوم وفنون میں پختگی ومہارت کے ساتھ ساتھ تقویٰ کی صفت سے متصف ہونا بھی ضروری ہے۔ غیر مقلدین تو حد اجتہاد سے کوسوں دور ہیں لیکن پھر بھی تقلید کو حرام وشرک قرار دیتے ہیں، یہ انصاف کے مراحل سے بعید ہے۔

اجتہاد وتقلید پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"ولا یخلو أمر الداعی من أمرین: الأول أن یکون

(۱)(مجموعۃ الفتاوی: ۲۰/۱۱۳، مکتبۃ العبیکان).

مولانا امین اللہ پشاوری صاحب نے ص:(۱۱۶) پر دعویٰ کیا کہ ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ کی اصطلاح میں تقلید سے اتباع مراد ہے۔ یہاں تو یہ فرضی اصطلاح بھی نہیں چل سکتی۔

مجتهداً أو مقلداً، فالمجتهد ينظر في تصانيف المتقدمين من القرون الثلاثة ثم يرجح ماينبغي ترجيحه، الثاني: المقلد يقلد السلف؛ إذ القرون المتقدمة أفضل مما بعدها"(۱).

''دین کا داعی دو حال سے خالی نہیں، مجتہد ہوگا یا مقلد، مجتہد قرون ثلاثہ کے متقدمین کی تصانیف سے مستفید ہو کر راجح قول کو ترجیح دیتا ہے اور مقلد سلف کی تقلید کرتا ہے، کیونکہ ابتدائی صدیاں بعد والوں سے افضل ہیں''۔

یہاں بھی دو قسمیں ہی بیان کیں مجتہد اور مقلد، سلف کی تحقیقات میں غور وخوض کے بعد کسی قول کو ترجیح دینا مجتہد کو ہی زیب دیتا ہے، اگر غیر مقلدین اپنے کو مجتہد شمار کریں تب تو انہیں تقلید سے چھٹکارہ مل سکتا ہے ورنہ تقلید متعین ہے اور تقلید میں بھی علامہ ابن تیمیہ سلف کی تقلید کو ترجیح دیتے ہیں، جب کہ غیر مقلدین عام لوگوں کو ورغلا کر سلف کی تقلید سے بیزار اور اپنی تقلید کی دعوت دیتے ہیں، جو ہرگز درست نہیں۔

مزید فرماتے ہیں: "وإذا كان الرجل متبعاً لأبي حنيفة أو مالك أو الشافعي أو أحمد، ورأى في بعض المسائل أن مذهب غيره أقوى فاتبعه كان قد أحسن في ذلك، ولم يقدح ذلك في دينه ولاعدالته بلا نزاع"(۲).

''اگر کوئی ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مقلد ہو اور اسے یقین ہو جائے کہ فلاں فلاں مسئلے میں دوسرا مذہب قوی ہے، وہ اس مسئلے میں دوسرے کی تقلید کرے تو یہ اچھا اور قابل تعریف عمل ہے، ایسا کرنے سے بلا شک وشبہ اس کے دین وعدالت پر زد نہیں پڑے گی''۔

الحمد للہ حنفیہ اسی اصول پر کاربند ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ خود فرماتے ہیں: "وهذا أبو يوسف ومحمد أتبع الناس لأبي حنيفة وأعلمهم بقوله، وهما قد خالفاه في مسائل لاتكاد تُحصى لما تبيَّن لهما من السنة والحُجَّةِ ما وجب عليهما اتباعه"(۳).

''امام ابو یوسف ومحمد امام ابو حنیفہ کے پکے مقلد اور ان کے قول کو زیادہ بہتر انداز میں

---

(۲) (مجموعة الفتاوى: ۲۰/۹، مكتبة العبيكان).

(۱) (مجموعة الفتاوى: ۲۲/۱۵۰، مكتبة العبيكان).

(۲) (مجموعة الفتاوى: ۲۲/۱۵۲، مكتبة العبيكان).

جاننے والے ہیں لیکن اس کے باوجود لاتعداد مسائل میں انہوں نے احادیث ودلائل کے وزن کو دیکھ کر امام صاحب سے اختلاف کیا"۔

فقہ حنفی کے مفتی بہا اقوال کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ احناف علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس بات کے مصداق ہیں "كان الأكابر من أتباع الأئمة الأربعة لا يزالون إذا ظهر لهم دلالة الكتاب أو السنة على خلاف قول متبوعهم اتبعوا ذلك"(۱).

"ائمہ اربعہ کے اکابر متبعین کا حال یہ ہے کہ اگر قرآن وحدیث قول امام کے خلاف ہو تو قول امام چھوڑ کر قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں"۔

یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کے لاتعداد مسائل میں فتویٰ امام ابو یوسف یا امام محمد کے قول پر ہے، بلکہ کئی مسائل میں امام زفر کے اقوال پر فتویٰ ہے، صرف یہی نہیں بلکہ مذہب غیر امام مالک کے قول پر بھی فتویٰ ہے۔

اس کے علاوہ فقہاء احناف میں ایک بڑی جماعت ان حضرات کی ہے جنہیں اصحاب الترجیح کہا جاتا ہے جو مختلف اقوال میں غور وفکر کے بعد راجح قول کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اس کے باوجود احناف کو مورد الزام ٹھہرانا اور اتباع باطل کی آیات مقلدین پر چسپاں کرنا سوائے اپنی عاقبت خراب کرنے کے کچھ نہیں۔

۔ غیر نظر إلى الدليل کا مطلب

من غير نظر إلى الدليل، من غير تأمل في الدليل، بلا نظر في الدليل، غیر مقلدین کہتے ہیں تقلید کی تعریف میں ہے کہ مقلد دلیل کا مطالبہ نہ کرے، بغیر دلیل کے تقلید کرے، حالانکہ مجتہد معصوم نہیں کہ اس کی تقلید بغیر دلیل کی جائے، تقلید کی تعریف ہی درست نہیں جس طرح کہ خود تقلید کرنا درست نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مقلد کے لئے عمل کی حد تک دلیل کی معرفت ضروری نہیں کہ اگر دلیل کا علم ہوا تو عمل درست نہیں، بلکہ دلیل ہے لیکن مقلد کے لئے اس کی معرفت ضروری نہیں، تقلید کی تعریف خود دلیل کے موجود ہونے کی وضاحت کررہی ہے، من غير نظر، من غير تأمل، بلا نظر في الدليل، دلیل موجود ہے تبھی تو من غیر

---

(۱) مجموعة الفتاوى: ۲/ ۱۰، مكتبة العبيكان).

نظر إليه ہے،ورنہ تواتباع الإنسان غيره في مايقول أو يفعل معتقداً للحقية بلا دليل ہوناچاہیے تھا من غير نظر إلى الدليل کی وضاحت خودتعریف میں موجود ہے ای: من غير مطالبة دليل ہے لیکن تقلیداس کے مطالبے پرموقوف نہیں، اگر دلیل کاعلم ہوتو سونے پر سہاگہ، ورنہ دلیل کی معرفت اور دلیل کو متعین کرنا یہ مجتہد کا کام ہے اور ہم ہرایک کومجتہد تسلیم نہیں کرتے۔ہم صرف انہیں مجتہد تسلیم کرتے ہیں جن کے اجتہاد پراجماع ہو۔

محقق کی تعریف

غیرمقلدین کہتے ہیں کہ ہم ہرمسئلے کاعلم اس کی دلیل کے ساتھ حاصل کرتے ہیں ہم مقلد نہیں،یعنی جوبھی مسئلہ ہواولاً اس کی دلیل دیکھتے ہیں پھراس پرعمل کرتے ہیں،اگرمقلدنہیں توپھر؟ مجتہد کہتے ہوئے توان کوبھی جھجک محسوس ہوتی ہے، البتہ اپنے کومحقق کہتے ہیں کہ ہم تحقیق کرتے ہیں،حالانکہ محقق وہ ہوتا ہے جوخود دلیل سے استنباط کرے،کسی اورکی دلیل کونقل کرنا تحقیق نہیں بلکہ نقل تحقیق ہےاورنقل تحقیق تقلید ہے کہ دوسرے کی بات نقل کرکے مان لی۔تحقیق اورنقل تحقیق میں فرق ہے،التحقيق هو إثبات المسئلة بالدليل، تدقیق اس سے بھی مشکل ہے،استنباط شدہ دلیل کوکسی اوردلیل سے مؤیدکرنا إثبات الدليل بالدليل اوراجتہادکی بات ہی اورہے۔

صحابہ کرام بھی مقلد تھے

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تقلیداوراتباع ایک ہی چیز ہےتوہم کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین متبع بھی تھےاورمقلدبھی۔علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"فإن علِمَ أن مقلِّده مصيب– كتقليد الرسول لو أهل الإجماع– فقد قلده بحجة"(۱).

"اگرمقلدکویقین ہوکہ وہ جس کی تقلید کررہاہے وہ خودراہ راست پرہےتویہ تقلیددرست ہے کہ تقلیدمع الدلیل ہے جیسے صحابہ کرام کارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقلیدکرنااورعام مؤمنین کا اہل اجماع کی تقلیدکرنا"۔

كتقليد الرسول اضافت المصدر إلى الفاعل یعنی تقليد الرسول الصحابة کا قائل توکوئی بھی نہیں لامحالہ اضافة المصدر إلى المفعول مانیں گےاورفاعل محذوف ہوگا کہ "كتقليد الصحابة الرسول"صحابہ مقلد

(۱) (مجموعة الفتاوى: ۲۰/۱٤، مكتبة العبيكان).

ـہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقلد ہوئے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اہل اجماع کی تقلید درست ہے کیونکہ وہ تقلید صحیح ہے، اور ائمہ اربعہ کے اہل اجماع ہونے میں شک نہیں، لہٰذا ائمہ اربعہ کی تقلید درست ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقلید علی الاطلاق مذموم نہیں بلکہ تقلید محمود بھی ہوتی ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فاعلم أن الصحابة لايقلدون إلا صاحب الشرع" (۱)

واضح رہے کہ صحابہ کرام صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقلید کرتے تھے۔ صراحتاً صحابہ کو مقلد قرار ـہ۔ اگر تقلید اور اتباع میں فرق ہے تو پھر آپ ان عبارتوں کے متعلق کیا کہیں گے۔ صحابہ تو مقلد تھے ہی لیکن اگر اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا جائے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مقلد تھے تو اس کی بھی گنجائش ہے، نبی پر اپنی ذات کی تصدیق لازم ہے، جس طرح دوسروں کے لئے لازم ہے کہ نبی کی بیان کردہ باتوں کی تصدیق کریں اسی طرح نبی بھی اس بات کا مامور ہے کہ اپنی بیان کردہ باتوں کو حق اور سچ جانے، تو نبی اپنی ذات کا متبع اور مقلد ہوا۔ (۲)

---

(۱) مولانا امین اللہ پشاوری صاحب یہاں بھی ص: (۱۱۱) پر عبارات میں تناقض کا دعوی کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ہم کہتے ہیں کہ شاہ صاحب تو فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام فقط نبی علیہ السلام کا اتباع کرتے تھے اور کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے جیسا کہ حصر سے ظاہر ہے اور آپ کہتے ہیں کہ کسی اور کی بھی کرتے تھے جیسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ عجیب!

الجواب: اولاً اپنے مدعا کے خلاف ہونے کی وجہ سے لا یقلدون إلا صاحب الشرع کا معنی اتباع سے کیا۔ حالانکہ خود ـہ خیال کیا کہ تقلید اتباع کے معنی میں نہیں اور یہاں اتباع والا معنی خود مراد لیا۔

ثانیاً: ان عبارت کا تعلق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کا اتباع نہیں کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت مبارکہ کے بعد صحابہ حالانکہ آپس میں اختلاف اور آپس میں بعض حضرات کے قول وتحقیق کا اتباع بدیہی بات ہے۔

ثالثاً: علی وجہ التنزل یہ کوئی قرآن نہیں ایک عبارت ہے۔ اس کے ذریعے ہاتھوں کو الزام دینا درست نہیں۔

(۲) مولانا امین اللہ پشاوری صاحب نے اس عبارت پر بھی زور آزمائی کی اور فرماتے ہیں: پس دیکھئے صحابہ کرام تو درکنار اللہ کے رسول کو بھی مقلد بنا دیا۔ حالانکہ اس پر نہ تو قرآن سے، نہ حدیث سے، نہ صحابہ کرام سے اور نہ اپنے امام ابوحنیفہ سے کوئی دلیل پیش کی، بلکہ اندھیرے میں تیر چلا کر ابن تیمیہ اور ولی اللہ صاحب کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ ان کی کتاب میں تقلید کا کوئی اور معنی مراد ہے الخ۔

جس طرح طلوع شمس پر دلیل دینے کی حاجت نہیں اسی طرح اس بات پر کوئی دلیل دینے کی حاجت نہیں۔ جب یہ بات

تسع حقیقی صرف اللہ کی ذات ہے، ﴿شرع لکم من الدین ما وصی به نوحاً﴾. [الشوریٰ: ۱۳].

"اللہ نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شارع مجازی ہیں(۱)۔

اور اولوا الامر کو یہ درجہ بھی حاصل نہیں اس لئے وہاں لفظ "اطیعوا" مذکور نہیں، اسی لئے ہم نے اطاعۃ اولی الامر واجب لغیرہ کہا، واجب لعینہ نہیں کہا۔

اطاعت، اتباع اور تقلید کی وضاحت

اطاعۃ فی القول بھی ہوتی ہے اور فی الفعل بھی، جب کہ اتباع کی اصل وضع اتباع فی الافعال ہے اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ اتباع اور تقلید ایک ہی چیز ہے، یعنی الإطاعة مشتملة على الاتباع، والاتباع هو التقليد، فالطاعة مشتملة على التقليد.

"أطيعوا الله" میں اطاعت کی ایک نوع پائی جا رہی ہے اطاعۃ فی القول اور اطیعوا الرسول میں اطاعۃ کی دونوں انواع: اطاعۃ فی القول اور اطاعۃ فی الفعل موجود ہیں، اسی طرح اولی الامر کی اطاعۃ بھی دونوں انواع قول وفعل کو شامل ہے، فالمعنى أطيعوا الله في أقواله، وأطيعوا الرسول في أقواله وأفعاله، وأطيعوا أولي الأمر منكم في أقوالهم وأفعالهم. اطاعت فی الفعل اتباع ہے اور اتباع عین تقلید ہے، لأن ثبوت أحد المتساويين يستلزم ثبوت الآخر، فالمعنى أطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم: أي قلدوا الرسول وأولي الأمر منكم.

اولو الامر فقہاء ہیں

اولی الامر سے فقہاء مراد ہیں، "مستدرک حاکم" میں ہے:" قال جابر بن عبدالله: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم﴾، قال: أولي الفقه والخير .... وتفسير الصحابي عندهما مسند .... قال ابن عباس: يعني أهل الفقه والدين .... فأوجب الله طاعتهم"(۲).

"حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے ارشاد ﴿أطيعوا الله

---

(۱) قواعد في علوم الفقه، الاحتجاج على بطلان التقليد بأقوال الأئمة ثم الجواب عنه: ۲٤، إدارة القرآن).

(۲) مستدرك حاكم، كتاب العلم: ۱/۱۳۳، دار الفكر بيروت).

واطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم﴾ میں "اولی الأمر" سے مراد فقہاء ہیں...... حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: "اولی الامر" سے مراد علماء وفقہاء ہیں، اللہ نے ان کی اطاعت واجب کی ہے۔

قال عطاء بن أبی رباح رحمه اللّٰه تعالی: أولو الأمر أولو العلم والفقه"(۱).

"عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ "اولی الأمر" سے مراد علماء وفقہاء ہیں"۔

قال أبوبکر الجصاص رحمه اللّٰه تعالی: "اختلف فی تأویل أولی الأمر، فروی عن جابر بن عبداللّٰه وابن عباس رضوان اللّٰه علیهم اجمعین روایة، والحسن وعطاء ومجاهد رحمة اللّٰه علیهم: أنهم أولو الفقه والعلم؛ وعن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما روایةً، وعن أبی هریرة: أنهم أمراء السرایا، ویجوز أن یکونو اجمعیاً مرادین بالأیة؛ لأن الاسم یتنا ولهم جمیعاً؛ لأن أمراء السرایا یَلُوْن أمر تدبیر الجیوش والسرایا لقتال العدو، والعلماء یلون حفظ الشریعة ومایجوز ممالا یجوز"(۲).

علامہ ابو بکر جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اولی الأمر" سے کون مراد ہیں؟ اس میں اختلاف ہے، حضرت جابر بن عبداللہ اور ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین، حسن، عطاء، مجاہد رحمۃ اللہ علیہم، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد علماء وفقہاء ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اولی الامر" سے مراد لشکروں کے امراء ہیں۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ علماء وفقہاء اور لشکروں کے امراء دونوں مراد ہوں کیونکہ یہ لفظ دونوں کو شامل ہے، اس طرح کہ لشکر کے امراء لڑائی وغیرہ میں لشکر کی کمان سنبھالتے ہیں اور علماء رازداران ومحافظ شریعت ہیں، جائز وناجائز امور کی نشاندہی کرتے ہیں"۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "إن أعمال الأمراء والسلاطین موقوفة علی فتاوی العلماء، والعلماء فی الحقیقة أمراء الأمراء، فکان لفظ أولی الأمر علیهم أولی"(۳).

---

(۱) (سنن الدارمی، باب الاقتداء بالعلماء: ۱/۸۳، قدیمی).

(۲) (أحکام القرآن للجصاص، باب فی طاعة أولی الأمر: ۲/۲۱۰، دار الکتاب العربی بیروت).

(۳) (تفسیر کبیر: ۱۰/۱۴۶، بحواله الکلام المفید: ۶۰، مکتبة صفدریة).

"امراء وسلاطین کے امور علماء کے فتاوی پر موقوف ہوتے ہیں، گویا کہ علماء امراء کے امراء اور بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، لہذا علماء ہی صحیح معنوں میں "اولی الامر" کا مصداق ہیں"۔

صحابہ کی تفسیر حجت ہے

صحابہ کرام کے اقوال سے ثابت ہوا کہ اولی الامر سے فقہاء مراد ہیں اور صحابہ کی تفسیر کا حجت ہونا محدثین کے ہاں مسلم ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "تفسير الصحابي مرفوع ...... لِأن تفسير صحابة مسند"(۱).

صحابہ کا درجہ حدیث مرفوع وحدیث مسند کا ہے۔ حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تفسير الصحابي حجة"(۲). یعنی صحابہ کی تفسیر حجت ہے۔(۳)

نواب صدیق حسن فرماتے ہیں: "وهكذا حكم أقوالهم في التفسير؛ فإنها أصوب من أقوال من بعدهم"(٤).

اولی الامر سے امراء السرایا مراد لینا تفسیر الکلی بالجزئی ہے

بعض حضرات نے اولی الامر کی تفسیر امراء سے کی تو یہ اولی الامر کی تفسیر کلی نہیں بلکہ تفسیر الکلی بالجزئی کے قبیل سے ہے، بسا اوقات کلی کی تفسیر جزئی سے کی جاتی ہے جیسے ﴿غير المغضوب عليهم﴾ سے یہود اور ﴿ولا الضالين﴾ سے نصاری مراد لئے جائیں، یہ تفسیر کلی نہیں بلکہ کلی کی ایک جزئی کو متعین کیا گیا ہے، اسی طرح جن حضرات نے اولی الامر سے امراء السرایا مراد لئے انہوں نے بھی ایک جزئی کی تعیین کی ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے اس کی

---

(۱) تدريب الراوي، النوع السابع الموقوف: ١٥٦، ١٥٨، قديمي).

(۲) معرفة علوم الحديث: ٢٠، زادالمعاد: ٥٣/٤، بحواله الكلام المفيد: ٥٣، مكتبة صفدرية).

(۳) اس عبارت پر تبصرے کرتے ہوئے مولانا امین اللہ پشاوری صاحب فرماتے ہیں: صحابہ کا مذہب مدوّن نہیں تو تفسیر کہاں سے حجت ہے، یہ بہتان کو رنگ دینے کے لئے خواہ مخواہ کا اعتراض ہے، ورنہ ایک معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ کسی آیت کی تفسیر کرنا مذہب کو مستلزم نہیں۔

(٤) الحطة: ٩٦ بحواله الكلام المفيد: ٥٤، مكتبة صفدرية).

خوب وضاحت فرمائی کہ امراء وسلاطین علماء کے تابع ہیں، در حقیقت علماء ہی اولی الامر ہیں۔

نیز اگر اولی الامر سے بادشاہ مراد ہوں تو ان کی اطاعت کس بناء پر کی جائے گی؟ کیونکہ أطیعوا اللہ لألوھیتہ، وأطیعوا الرسول لرسالتہ. اگر امیر ہونے کی وجہ سے بادشاہ کی اطاعت کی جائے کہ أطیعوا أولی الأمر لإمارتہ تو یہ علی الاطلاق درست نہیں، بلکہ اگر وہ شریعت کے مخالف حکم دے تو اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی "لاطاعة لمخلوق فی معصیة اللہ عزوجل"(۱).

"اللہ رب العزت کی معصیت ونافرمانی کے سلسلے میں کسی کی اطاعت جائز نہیں"۔

اگر وہ شریعت کے موافق حکم کرتا ہے تو بے شک اس کی اطاعت کی جائے گی، جب بادشاہ شریعت کا علم رکھتا ہے اور اس کے موافق حکم کرتا ہے وہ قابل اطاعت ہے، تو مجتہد اس سے زیادہ شریعت کا عالم ہے، لہٰذا اس کی اطاعت بدرجہ اولی ہوگی، جیسا کہ امام رازی نے فرمایا۔

اولی الامر کی اطاعت واجب لغیرہ کیوں؟

اشکال ہوسکتا ہے کہ اولی الامر میں بھی عامل "أطیعوا" ہے تو جس طرح آپ اطاعۃ اللہ اور اطاعۃ الرسول کو واجب لعینہ مانتے ہیں اسی طرح اطاعۃ اولی الامر کو واجب لعینہ کیوں نہیں مانتے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ فاعل اور مفعول کی مناسبت سے فرق واقع ہوتا ہے: "إسناد فعل إلی فاعل یغایر إسنادہ إلی فاعل آخر، وکذا إسنادہ إلی مفعول یغایر إسنادہ إلی مفعول آخر: ﴿آمن الرسول بما أنزل إلیہ من ربہ والمؤمنون﴾. [البقرة: ۲۸۵]. إسناد الإیمان إلی الرسل یغایر إسنادہ إلی المؤمنین فإیمان الرسل یغایر إیمان المؤمنین.

اسی طرح قاعدہ ہے المعطوف یغایر المعطوف علیہ مثلاً "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین"۔ معطوف علیہ اور معطوف میں فرق ہوگا، یعنی کیفیت کے اعتبار سے جو درجہ سنت نبوی کا ہوگا سنت صحابہ کا وہ درجہ نہیں ہوگا، جتنی شدت سنت نبوی میں ہوگی اتنی شدت سنت الخلفاء میں نہیں ہوگی۔

نیز ضابطہ نحویہ ہے ربما یجوز فی المعطوف مالایجوز فی المعطوف علیہ. اگرچہ معطوف اور معطوف علیہ کا حکم ایک ہے لیکن بسا اوقات معطوف میں ایک چیز جائز ہوتی ہے معطوف علیہ میں جائز نہیں ہوتی ہے

(۱) (مسند أحمد: ۱/۲۱۲، دار إحیاء التراث العربی).

"سقیۃ وسخلتھا" یہاں اگر سخلتھا کو شاۃ کی جگہ لایا جائے تو جائز نہیں کیونکہ "رُبّ" کا دخول ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اسی طرح اگرچہ اولی الامر معطوف ہے لیکن بعینہ اس کا وہ حکم نہیں ہوگا جو معطوف علیہ کا ہے، معطوف علیہ میں واجب لعینہ اور معطوف میں اطاعت واجب لغیرہ ہے۔

اگر اولی الامر پر بھی "اطیعوا" داخل ہوتا تب بھی اس اطاعت میں وہ قوت وشدت نہ ہوتی جو قوت اور شدت اطاعۃ اللہ اور اطاعۃ الرسول میں ہے۔

تقلید قرآن میں

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ قرآن میں لفظ "تقلید" نہیں۔

جواب یہ ہے کہ قرآن میں لفظ "اتباع" موجود ہے، اور اتباع وتقلید دونوں متساویین ہیں "ثبوت احد المتساویین یستلزم ثبوت الآخر"۔ جس طرح قرآن میں جنازہ کا لفظ نہیں لیکن ﴿وصل علیھم﴾ [التوبۃ: ۱۰۳] موجود ہے، اب اگر کوئی کہے کہ قرآن میں لفظ جنازہ دکھاؤ تو اس کی بات ناقابل اعتبار ہے، صلاۃ علی المیت اور نماز جنازہ ایک ہی چیز ہے، صرف تعبیر میں فرق ہے، اسی طرح اتباع اور تقلید ایک ہی چیز ہے، قرآن میں اتباع ہے تقلید نہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اصول اربعہ کا اثبات قرآن سے

بعض حضرات نے شریعت کے اصول اربعہ: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کا اثبات اس آیت سے کیا:

"اطیعوا اللہ" قرآن، "اطیعوا الرسول" حدیث، "أولی الأمر" اجماع، اور "فإن تنازعتم فی شیء فردوہ إلی اللہ والرسول" سے قیاس کی طرف اشارہ ہے۔ اگر اس بات کو آپ نہیں مانتے تو اس کا مطلب کیا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ تنازع اسی لئے ہو رہا ہے کہ اس شے کا حکم صراحتاً قرآن وحدیث میں نہیں، اسی لئے حکم دیا کہ قرآن وحدیث میں اس کے نظائر کو دیکھو، اگر کوئی جوڑ ملتا ہے تو ملا دو اور نظیر والا حکم اس پر بھی جاری کرو۔ مثلاً بھنگ کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اختلاف ہوا تو اسے قرآن وحدیث کی طرف لوٹایا، صراحتاً حکم نہیں ملا، اب مجتہد کا کام ہے کہ اس پر حکم لگائے کہ بھنگ میں اسکار ہے اور ہر مُسکر حرام ہے، لہٰذا بھنگ حرام ہے۔

تعیین علل مجتہد کا کام ہے

اگر کوئی کہے کہ علت اسکار نکالنا اور حکم کو بھنگ کی طرف منتقل کرنا آسان ہے، اس کے لئے مجتہد کی کیا ضرورت؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علت کی تعیین کہ یہ علت حقیقی ہے یا سبب قریب؟ یہ حکم معلول بعلتین ہے یا بعلۃ واحدۃ وغیرہ صرف مجتہد ہی کرسکتا ہے، غیر مجتہد کے بس کی بات نہیں۔

ایک کی ہی تقلید کیوں

اگر اولی الامر سے امراء مراد لئے جائیں تو اولی الامر جمع کا صیغہ ہے، آپ کتنے امیروں کے قائل ہیں ظاہر ہے کہ ایک ہی امیر ہوگا۔ "مسلم شریف" کی حدیث میں ہے: "ایک امام کی موجودگی میں اگر دوسرا امامت کا دعویٰ کرے تو اسے قتل کیا جائے گا" (۱)۔

اسی طرح ائمہ فقہاء میں سے بھی صرف ایک کی تقلید کی جائے گی یعنی جو علم وتقویٰ کے لحاظ سے برتر ہو، ہماری تحقیق کے مطابق امام ابوحنیفہ اس معیار پر پورے اترتے ہیں، لہٰذا ہم ان کی تقلید کرتے ہیں۔

غیر مقلدین بھی تقلید میں مبتلا ہیں

چار ائمہ کو منتخب کرکے پھر کسی ایک امام کو مختص کرنا مقلدین کا تفرد نہیں، غیر مقلدین بھی اسی طرح کرتے ہیں لیکن انداز کچھ اور ہے، غیر مقلدین بھی اپنے عام علماء اور بڑے علماء کو برابر نہیں سمجھتے، جتنا اعتماد انہیں اپنے بڑے علماء پر ہے عام علماء پر نہیں، بڑے علماء میں بھی فرق کرتے ہیں اور یہ فرق صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے بڑے علماء کو علم وتقویٰ کی بناء پر زیادہ قابل اعتماد سمجھتے ہیں، اسی لئے عام علماء کے فتاویٰ جمع نہیں کرتے اور تقلید اسی کا نام ہے کہ اتباع الإنسان غیرہ فی مایقول أو یفعل معتقداً للحقیة من غیر نظرٍ إلی الدلیل.

غیر مقلدین کے دلائل خود تقلید پر مبنی ہیں، کیونکہ وہ کہتے ہیں امام ابوحنیفہ نے فلاں مسئلے میں حدیث صحیح کی مخالفت کی، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے؟ تو کہتے ہیں حافظ ابن حجر وفلاں فلاں نے اس کی تصحیح کی۔ یہ خود تقلید ہے کہ حافظ ابن حجر وغیرہ کی بات تسلیم کرتے ہیں۔ یہاں دوہرا معیار کہ ائمہ اربعہ کی تقلید حرام وشرک قرار پائے اور حافظ ابن حجر ودیگر محدثین کی تقلید سر آنکھوں پر۔

---

(۱) (الصحیح لمسلم، کتاب الإمارة، باب إذا بویع لخلیفتین: ۲/۱۲۸، قدیمی).

حاصل کلام

أطیعوا أولی الأمر أی: اتبعوهم، والاتباع هو التقلید، فالمعنی قلدوا أولی الأمر منکم اوراولی
الأمر سے حقیقۃً علماء مراد ہیں، جیسا کہ امام رازی کی عبارت گزری۔

نواب صدیق حسن خان اسی بات کو دوسرے انداز میں پیش کرتے ہیں: "والتحقیق أن الأمراء إنما
یطیعون إذا أمروا بمقتضی العلم، فطاعتهم تبع لطاعة العلماء کما أن طاعة العلماء تبع لطاعة
الرسول"(۱).

> "صحیح بات یہ ہے کہ امراء کی اطاعت صرف اس وقت کی جائے گی جب وہ شریعت کے مطابق حکم دیں، لہذا امراء کی اطاعت علماء کی اطاعت کے تابع ہے (کیوں کہ علماء شریعت کو زیادہ جانتے ہیں) جس طرح علماء کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اطاعت کے تابع ہے"۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "والعلماء الذین تجب طاعتهم علی المستفتی والمأمور فیما
أمروا علیه مبلغین عن اللّٰه أو مجتهدین اجتهاداً تجب طاعتهم فیه علی المقلد"(۲).

دوسری دلیل

﴿ولو ردوه إلی الرسول وإلی أولی الأمر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم﴾ [النساء: ۸۳].

> "اگر یہ اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں"۔

استنباط کہتے ہیں: زمین سے کنواں کھود کر پانی نکالنا، یہ وہی پانی ہے جو پہلے سے اللہ رب العزت نے زمین میں رکھا ہے، کھودنے والے نے اسے ظاہر کیا نہ کہ اسے پیدا کیا، پہلے مخفی تھا، اب ظاہر ہوگیا، یہی حال قیاس کا ہے:
القیاس مظهر لا مثبت.

---

(۱) (الروضة الندیة: ٤، لم أظفر علیه).

(۲) (مجموعة الفتاوی: ۱۹/۳۹، مکتبة العبیکان).

عامی پر تقلید علماء واجب ہے

علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں:"فقد حفت هذه الاية المعانی، منها: أن فی أحكام الحوادث ماليس بمنصوص عليه بل مدلول عليه، ومنها: أن على العلماء استنباطه والتوصل إلى معرفته برده إلى نظائره من المنصوص، ومنها: أن العامی عليه تقليد العلماء فی أحكام الحوادث"(۱).

''یہ آیت کئی احکام پر مشتمل ہے منجملہ ان احکام کے یہ بھی ہے کہ پیش آمدہ مسائل میں ایسے مسائل بھی ہیں جن پر قرآن صراحتاً دلالت نہیں کرتا بلکہ دلالۃً ان کا ذکر ہے، اور یہ کہ علماء پر واجب ہے کہ ان مسائل کا استنباط کریں اور منصوصات میں غور وخوص کر کے ان کے نظائر تلاش کریں اور ان کا حکم متعین کریں اور یہ کہ پیش آمدہ مسائل میں غیر مجتہد پر مجتہدین کی تقلید واجب ہے''۔

اس میں لفظ "العامی" آیا، جس سے مراد وہ شخص ہے جو استنباط واستخراج کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یعنی مجتہد نہ ہو۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"فثبت أن الاستنباط حجة، والقياس إما استنباط أو داخل فيه، فوجب أن يكون حجة، إذا ثبت هذا فنقول: الأية دالة على أمور، أحدها: أن فی أحكام الحوادث مالايعرف بالنص بل بالا ستنباط ، وثانيها: أن الاستنباط حجة، وثالثها: أن العامی يجب عليه تقليد العلماء فی أحكام الحوادث"(۲).

''استنباط کا حجت ہونا تو ثابت ہے ہی، قیاس یا تو استنباط ہی کا دوسرا نام ہے، یا استنباط میں داخل ہے، لہذا اسے بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ قیاس بھی حجت ہے، چنانچہ یہ آیت کئی امور پر دلالت کرتی ہے۔

۱- پیش آمدہ مسائل میں ایسے مسائل بھی ہیں جو صراحتاً نص سے معلوم نہیں ہوتے بلکہ استنباط وقیاس کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں، ۲- استنباط حجت ہے، ۳- پیش آمدہ مسائل میں غیر مجتہد پر مجتہد کی تقلید واجب ہے''۔

یہاں احکام الحوادث سے وہ نئے پیش آمدہ مسائل مراد ہیں جن کا وجود پہلے نہیں تھا، اب پیش آ رہے ہیں۔

---

(۱) (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۲۱۵، دار الكتاب العربی بيروت).

(۲) (تفسير كبير، سورة النساء: ۸۳، الجزء العاشر، ص: ۲۰۰، دار الكتب العلمية طهران).

تیسرے مسائل منصوص علیہا نہیں

انہی پیش آمدہ مسائل کے متعلق علامہ سرخسی فرماتے ہیں: "ومعلوم أن كل حادثة لايوجد فيها نص، النصوص معدودة متناهية، ولا نهاية لما يقع من الحوادث إلى قيام الساعة، وبتسميته حادثة إشارة إلى أنه لانص فيها، فإن مافيه النص يكون أصلاً معهوداً، وكذلك الصحابة مااشتغلوا باعتماد نص في كل حادثة طلباً أورواية، فعرفنا أنه لايوجد نصٌ في كل حادثة"(۱).

"واضح رہے کہ ہر پیش آمدہ مسئلے کا حل نصوص میں موجود نہیں کیونکہ نصوص چند گنے چنے ہی ہیں، جب کہ قیامت تک پیش آنے والے مسائل کی انتہاء نہیں۔ نیز پیش آمدہ مسائل کا نام "حادِثۃ" رکھنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے سلسلے میں کوئی نص نہیں کیونکہ جن مسائل کے متعلق نصوص موجود ہیں باقاعدہ ان کی اصل معروف ہے، اسی طرح صحابہ کرام بھی ہر پیش آمدہ مسئلے کے متعلق کسی نص ہی کی طلب یا روایت میں مشغول نہیں رہتے تھے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ہر مسئلے کے متعلق نص موجود نہیں"۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "مجموعة الفتاوىٰ" میں بھینسوں کی زکوۃ کے متعلق فرمایا کہ انہیں گائے پر قیاس کرو(۲)۔

غیر مقلدین کا اعتراض کہ مقلدین قرآن وحدیث کو ناقص سمجھتے ہیں

احناف پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ قرآن وحدیث کو ناقص کہتے ہیں کہ تمام مسائل قرآن وحدیث میں نہیں۔ یہ اعتراض سوائے دھوکہ دہی کے کچھ نہیں، اگرچہ قرآن وحدیث میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے، صراحتاً یا کنایتاً، لیکن عقل اس کے ادراک کرنے سے عاجز ہے۔ حدیثِ معاذ رضی اللہ عنہ: "فإن لم تجد في كتاب الله، فإن لم تجد في سنة رسول الله" اس پر دال ہے کہ عقل ہر مسئلے کے ادراک سے قاصر ہے، جن مسائل کا حکم صراحتاً موجود ہے، ان میں تو کوئی خفا نہیں اور جو مسائل صراحتاً مذکور نہیں ان کے حل کے لئے مجتہدین کی ضرورت پیش آتی ہے، لہٰذا ہم مجتہدین کی خداداد فہم وفراست پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی تحقیقات پر عمل پیرا ہیں۔

---

۱. (أصول السرخسي، باب القياس: ۱۳۸/۲، قديمي).

۲. (مجموعة الفتاوى، كتاب الزكاة: ۲۵/۲۵، مكتبة العبيكان).

آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ ہر مسئلہ قرآن وحدیث سے بتائیں گے، اہل حدیث کے دو اصول" أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول" تو بھینس کے گوشت اور دودھ کی حلت کا حکم قرآن وحدیث سے بتائیں۔ کبھی گائے پر قیاس کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ ہم گائے پر قیاس نہیں کرتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ بھینس گائے کی ایک نوع ہے، دونوں باتیں درست نہیں۔ قیاس تو آپ کے دو اصولوں سے ہٹ کر ہے وہ کیسے معتبر ہو گیا؟ یا پھر کس حدیث میں آیا کہ بھینس گائے کی ایک نوع ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص اور امام رازی رحمہما اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے کہ مذکورہ آیت استنباط (قیاس) کی حُجیت اور عامی پر علماء کی تقلید کے لزوم پر دلالت کرتی ہے، قیاس کے متعلق ابھی گزرا کہ قیاس مظہر ہے نہ کہ مثبت، یعنی حکم کی نسبت حقیقت میں نص کی طرف ہوتی ہے نہ کہ قیاس کی طرف لیکن اس حکم کو اخذ کرنا ہر ایک کا کام نہیں، بلکہ اس کی شرائط ہیں جو ان پر پورا اترے وہی اس کام کو انجام دے سکتا ہے، ہر قیاس معتبر نہیں بلکہ وہ قیاس معتبر ہے جو" مستنبط من الأصول الثلاثة" ہو، اسی لئے اصول فقہ کی کتب میں ہے"والأصل الرابع القیاس المستنبط من هذه الأصول الثلاثة".

مجتہد قیاس کے ذریعے اس چیز پر لگنے والے حکم کو ظاہر کرتا ہے خود حکم نہیں لگاتا، حکم پہلے سے ہوتا ہے، لیکن مخفی ہوتا ہے، مجتہد اس خفا کو دور کرتا ہے۔

ائمہ شارع نہیں شارح ہیں

﴿اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أرباباً من دون الله﴾[التوبة: ۳۱].

"یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے"۔

کو پیش کرتے ہیں کہ مقلدین ائمہ کو خدائی درجہ حلال وحرام کا اختیار دیتے ہیں، یہ سراسر کذب اور بہتان ہے، ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی بھی خود اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال، کسی کو حرام قرار نہیں دے سکتا، چہ جائیکہ امام! امام کا رتبہ تو صحابہ سے بھی کم ہے اور نبی کا رتبہ نبی ہی کا رتبہ ہے، کہاں نبی اور کہاں امام؟ جب نبی کو یہ اختیار تحلیل وتحریم نہیں تو امام کو کون پوچھے گا۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿لم تحرم ما أحل الله لك﴾. [التحریم: ۱].

"جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا آپ (قسم کھا کر) اس کو (اپنے اوپر) کیوں حرام کرتے ہیں"۔

"تحريم الحلال يمين، وتحليل الحرام يمين" لہٰذا حکم دیا کہ کفارہ ادا کرو۔﴿قد فرض الله لكم تحلة أيمانكم﴾. [التحريم: ۲]. اگر آپ نبی کو شارع حقیقی سمجھتے ہیں تو یہ عقیدہ آپ کو مبارک ہو، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رب العزت شارع حقیقی اور نبی کی ذات شارع مجازی ہے۔

ائمہ حلال وحرام بتاتے ہیں بناتے نہیں، بتانے اور بنانے میں بہت فرق ہے، لوگ کفریہ کلمات کہہ کر اپنے کو بچاتے ہیں علماء انہیں کافر بتاتے ہیں، ائمہ کی حیثیت شارح کی ہے شارع ہرگز نہیں۔

غیر مقلدین سے دلچسپ سوال

غیر مقلدین سے سوال کیا گیا آپ تو محققین میں شمار ہوتے ہیں، اصل العقائد کلمہ طیبہ "لا إله إلا الله محمد رسول الله" کا ثبوت اپنے دو اصولوں سے فرمائیں، واضح رہے کہ عقائد کے باب میں قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ نص درکار ہوتی ہے، اخبار آحاد سے کام نہیں چلتا۔ بڑی مشکل سے ایک حدیث نکالی لیکن اس میں دوسرے کلمہ کا ذکر ہے، قرآن میں لا إله إلا الله ایک مقام میں ﴿فاعلم أنه لا إله إلا الله﴾ [محمد: ۱۹]. اور ﴿محمد رسول الله﴾ [الفتح: ۲۹]. دوسری جگہ پر ہے۔ اصل العقائد کو تو اپنے اصولوں سے ثابت نہیں کر سکتے، تقلید یا تحقیق کریں گے؟

ایمان تقلیدی معتبر ہے؟

علامہ عبدالنبی احمد نگری فرماتے ہیں: "التقليد اتباع الإنسان غيره فيما يقول أو يفعل معتقداً للحقية من غير نظر وتأمل في الدليل .... ثم اعلم أن التقليد على ضربين: صحيح، وفاسد، الصحيح أن يقول: لا إله إلا الله أو أشهد أن لا إله إلا الله محمد رسول الله، فيقال له: ماقلت؟ فقال: إني وجدت المؤمنين يقولون هذه الكلمة فيكونون مسلمين عندالله تعالىٰ، فقلتها أيضاً لأكون مسلماً فهو مؤمن"(۱).

"تقلید اسے کہتے ہیں کہ انسان کسی کو حق پر سمجھتے ہوئے دلیل میں غور وخوض کئے بغیر قولاً وفعلاً اس کی پیروی کرے......... جاننا چاہیے کہ تقلید کی دو قسمیں ہیں: تقلید صحیح، تقلید فاسد، تقلید

---

(۱) جامع العلوم: ۳۴۱/۱، میر محمد کتب خانہ).

صحیح یہ ہے کہ کوئی لا إله إلا الله یا أشهد أن لا إله إلا الله محمد رسول الله پڑھے۔ اس سے پوچھا جائے کہ تم نے کیا پڑھا اور کیوں پڑھا؟ تو وہ کہے کہ لوگ جب یہ کلمہ پڑھتے ہیں تو اللہ کے ہاں ان کا شمار مسلمانوں میں ہوتا ہے، میں نے بھی اس لئے پڑھا تاکہ مسلمان ہو جاؤں تو وہ مؤمن ہوگا"۔

آپ سے سوال ہے کہ اس آدمی کا ایمان معتبر ہے یا نہیں؟ اگر اس کا ایمان معتبر ہے تو یہ ایمان تقلیدی ہے آپ نے تو اصل الاصول میں تقلید کو قبول کر لیا اور اگر اس کا ایمان معتبر نہیں تو پھر سارے کافر ہیں۔

فقہ حنفی کی خصوصیت

امت پر فقہ حنفی کا بہت احسان ہے، فقہ حنفی ہی وہ واحد فقہ ہے، جس میں فقہ تحقیقی اور فقہ تقدیری دونوں ہیں، فقہ تحقیقی صرف ان مسائل کا حل جن کا وقوع بھی ہوا ہو، فقہ تقدیری فرضی صورتیں بنا کر ان کا جواب دینا، اگر یوں ہو اس کا یہ حکم ہے، آج کل سینکڑوں پیش آمدہ مسائل فقہ تقدیری کی روشنی میں حل کیے جاتے ہیں، امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر کبیر لکھی عقلی احتمالات بنا کر ان کے جوابات دیئے اور وہ احتمالات آج پیش آ رہے ہیں۔(۱)

---

(۱) فقہ حنفی کی یہ خصوصیت واحسان غیر مقلدین کے لئے ناقابلِ تحمل ہوا، لہذا مولانا امین اللہ صاحب اپنی عادت کے مطابق مختلف عبارات میں تناقض ثابت کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں (۱۰۲): اس عبارت میں منظور صاحب پوری امت پر فقہ حنفی کی تقلید کو واجب کرنا چاہتے ہیں، لیکن بے بس ہیں۔ ہم کہتے ہیں: اس میں بکثرت غلط مسائل ہیں۔ ستر فیصد باطل ہیں ان شاء اللہ موقع پر بیان کر سکتے ہیں۔ پھر ص: (۱۲۶) پر لکھتے ہیں: ہم کہتے ہیں کہ یہ تقدیری فقہ جو فرضی مسائل ہیں صحیح نہیں ہے، بلکہ تحقیقی بھی ۷۰/ فیصد قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ فقہ حنفی کا پوری امت پر کوئی احسان نہیں ہے، بلکہ کتاب وسنت کا احسان ہے، محدثین کا احسان ہے جنھوں نے دین کو جمع کیا۔

معلوم نہیں کس جملے سے مولانا یہ سمجھے ہیں کہ پوری امت پر فقہ حنفی کی تقلید واجب کرنے کا ارادہ ہے؟ اصل عبارت اور مولانا کا تبصرہ دیکھنے کے بعد ہر ذی عقل جان لے گا کہ عبارت کا مقصد کیا ہے؟ جو حضرات اردو کی عبارت کے مفہوم ومقصد تک سمجھ پار ہے وہ بہانگِ دہل تقلید سے بیزاری اور محقق ہونے کے مدعی ہیں؟ یا للعجب!

علاوہ ازیں فقہ حنفی کے مسائل کے متعلق مولانا نے جا بجا اس قسم کا تبصرہ کیا۔ ہمیں یقین ہے کہ مولانا فقہ حنفی مع مسائل کے طبقات وغیرہ کی حقیقت سے بخوبی واقف ہوں گے، لیکن اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس قسم کے تبصرے کرتے ہیں لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فقہ حنفی میں موجود مسائل کے متعلق کچھ وضاحت کی جائے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) فقہ حنفی میں موجود مسائل تین قسم کے ہیں:

۱- مسائل الاصول انہیں ظاہر الروایہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ یہ وہ مسائل ہیں جو ائمۂ ثلاثہ: امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد تینوں یا ان میں سے کسی ایک کا قول ہو اور یہ مسائل امام محمد کی درج ذیل کتب میں ہیں: الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر، السیر الکبیر، الزیادات، المبسوط۔

۲- مسائل النوادر ان کی تین قسمیں ہیں:

وہ مسائل جو ائمۂ ثلاثہ سے مروی تو ہیں، لیکن امام محمد کی مذکورہ چھ کتب کے علاوہ میں ہیں جیسے کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات، رقیات

یا امام محمد کے علاوہ دیگر ائمہ کی کتب میں ہیں جیسے کتاب المجرد للحسن بن زیاد، کتاب الأمالی لابی یوسف

یا پھر روایات مفردہ: روایتِ ابن سماعہ، روایتِ معلی بن منصور وغیرہ سے ثابت ہیں۔

۳- فتاوی وواقعات۔ یہ وہ مسائل ہیں جنہیں مجتہدین متأخرین: عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعہ، ابو سلیمان جوزجانی، ابو حفص بخاری اور بعد والوں جیسے: محمد بن مسلمہ، محمد بن مقاتل، نصیر بن یحیی، ابو النصر قاسم بن سلام وغیرہ نے اصحاب مذہب سے روایت نہ ہونے کی بنا پر استنباط کیا۔ سب سے پہلے ان فتاوی کو ابو اللیث سمرقندی نے کتاب النوازل میں جمع کیا۔ اس کے بعد دیگر مشائخ نے بھی ان کے جمع کرنے کا التزام کیا جیسے مجموع النوازل، الواقعات للناطفی، الواقعات للصدر الشہید۔ (۱) شرح عقود رسم المفتی: (۱/۱۷)

پھر تسہیل اور ضبط میں آسانی کے لئے ائمہ سے مروی مسائل کو مختلف متون کی شکل میں لکھا گیا۔ چونکہ متون کی بنا اختصار پر تھی اس لئے ان کی شروح کی ضرورت محسوس ہوئی تو مختلف شروحات منظر عام پر آئیں۔ اسی طرح بعض حضرات نے مسائل اور واقعات کے نام سے بھی مسائل کو جمع کیا۔ فتاوی دراصل ان مسائل کو کہتے ہیں جن میں متأخرین کو متقدمین کی کوئی صراحت نہ ملی اور انہوں نے استنباط کرتے ہوئے جواب دیا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الفتاوی والواقعات وهي مسائل استنبطها المجتهدون المتأخرون لما سئلوا عن ذلك ولم يجدوا فيها رواية عن أهل المذهب المتقدمين. شرح عقود رسم المفتی: ۱/۱۷.

بعض مصنفین نے ان مستنبطہ مسائل کو بقیہ مسائل سے ممتاز کرتے ہوئے الگ سے تحریر کیا اور بعض نے مسائل الاصول اور ان کے ساتھ بلا تفریق ذکر کیا۔ اور عام طور پر یہ مسائل بلا تفریق ہی منقول ہوتے چلے آئے ہیں۔ جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ثم ذكر المتأخرون هذه المسائل مختلطة غير متميزة كما في فتاوى قاضي خان والخلاصة وغيرهما، وميّز بعضهم كما في كتاب المحيط لرضي الدين السرخسي فإنه ذكر أولاً مسائل الأصول، ثم النوادر، ثم الفتاوى ونعما فعل. شرح عقود رسم المفتی: ۱/۱۷.

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) فقہ حنفی میں موجود مسائل کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: المسئلة الفقهية إن كان مأخذها معلوماً مشهوراً من الكتاب والسنة والإجماع فلا نزاع فيها لأحد ، وإلا بأن كانت اجتهادية ينظر إن نقلها مجتهد لزم اتباعه بلا مطالبة دليل ، وإلا فإن نقلها عن مجتهد وأثبت نقله فكذلك ، وإن كان ينقل من قبل نفسه أو من مقلد اخر أو أطلق فإن بيّن دليلاً شرعياً فلا كلام ، وإلا ينظر فإن وافق الأصول والكتب المعتبرة يجوز العمل به ، وينبغي للعالم أن يطلب الدليل عليه ، وإن خالف ما ذكر فلا يلتفت إليه ، صرّحوا أن المقلد إن أفتى بلا نقل عن المعتبرات فلا ينظر إلى فتواه . شفاء العليل : (۱/۱۷۹) .

اسی طرح متون، شروح وغیرہ کے متعلق وضاحت موجود ہے کہ کس متن کا کیا درجہ ہے؟ اور کون سی شرح معتبر ہے؟ جہاں تک فتاوی کا تعلق ہے تو صرف فتاوی کی نقول سے فتوی دینا اصولِ افتا کے خلاف ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا يفتى بنقول الفتاوى ، إنما يستأنس بها إذا لم يوجد ما يعارضها من كتب الأصول ، ونقل المذهب أما مع وجود غيره لا يلتفت إليها ، خصوصاً إذا لم يكن نص فيها على الفتوى .شرح عقود رسم المفتي : ۱/۳٦ .

شمس الدین حریری شارح ہدایہ کے حوالے سے منقول ہے: إن هذه الفتاوى هي اختيارات المشايخ ، فلا تعارض كتب المذهب ، قال : وكذا كان يقول غيره من مشايخنا ، وبه أقول .(٤) شرح عقود رسم المفتي : ۱/۳٦ . تنبيه الولاة والحكام میں بھی اسی قسم کی عبارت تحریر کی اور مزید فرمایا: صرح علمائنا بأنه لا يفتى بما في كتب الفتاوى إذا خالف ما في المتون والشروح .تنبيه الولاة والحكام : ۱/۳٦٦.

فائدہ: فقہ حنفی میں فتوی ائمہ سے مسائل نقول پر ہوتا ہے کسی کی رائے پر نہیں اور نقل کا اطلاق ان مسائل پر ہوتا ہے جو صاحب مذہب یا اصحاب التخریج، اصحاب الترجیح وتصحیح سے منقول ہوں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ ایک مسئلے کی تشریح میں اپنے بعض ہم عصر پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: النقل ما يكون عن صاحب المذهب أو عن صاحب التخريج والتصحيح والترجيح والإثبات والمنع ، وإذا أراد بالنقول ما ذكر الخيري وشيخه فهذا أشد خطاء . غاية البيان في أن وقف الإثنين على أنفسهما وقف لا وقفان :۲/۵۵.

خود علامہ شامی رحمہ اللہ نے جن مسائل میں اپنی رائے کو اختیار کیا ان مسائل میں علامہ شامی کی رائے حرف آخر تسلیم نہیں ہوتی۔ علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ امداد الاحکام میں طلاق المدہوش کے بیان میں علامہ شامی رحمہ کی عبارت کے متعلق لکھتے ہیں: اس کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ نے اپنی ایک رائے ظاہر کی ہے...... اور یہ ثابت ہو چکا کہ فتوی منقول پر ہوا کرتا ہے کسی کی ذاتی رائے پر فتوی نہیں دیا جا سکتا إلا إذا ظهر تأييده بالمنقول ...... پس رد المحتار میں جو رائے مذکور ہے وہ فتوی نہیں، بلکہ محض ایک عالم کی رائے ہے اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ابحاث ابن ہمام میں خود بھی نہیں دیا جا سکتا (حالانکہ وہ مثل مجتہدین ہیں) پس دوسروں کی رائے اور بحث پر فتوی کیوں کر ہو سکتا ہے۔ امداد الاحکام، کتاب الطلاق، فصل فی طلاق المریض: ۲/۵٦۱-۵٦۲.

تیسری دلیل

﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون﴾ [النحل: ٤٣].

"اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے"۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "اکلیل" سے نقل کیا: "وفي "الإكليل" للجلال السيوطي: أنه استدل بها على جواز تقليد العامي في الفروع"(۱).

"علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "اکلیل" میں اس آیت سے فروعات میں جوازِ تقلید پر استدلال کیا"۔

غیر مجتہد کے لئے تقلید سے مفر نہیں

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "لم يختلف العلماء أن العامة عليها تقليد علماءها وأنهم المراد بقوله عزوجل: ﴿فاسئلوا أهل الذكر﴾، وأجمعوا على أن الأعمى لابدله من تقليد غيره ممن يثق بتمييزه بالقبلة إذا أشكلت عليه، فكذلك من لاعلم له ولابصرله بمعنى مايدين به، لابدله من تقليد عالمه(۲).

"علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر مجتہد کی تقلید واجب ہے اور ﴿فاسئلوا أهل الذكر﴾ سے علماء ہی مراد ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ نابینا پر جب قبلہ مشتبہ ہو جائے تو اس پر کسی غیر کی تقلید (بات ماننا) لازم ہے جس کے بتانے پر اسے اعتماد ہو، اسی طرح علوم دینیہ میں جسے مہارت نہ ہو اس پر بھی علماء کی تقلید واجب ہے"۔

جہالت کا علاج سوال ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إنما شفاء العي السؤال"(۳).

---

(۱) روح المعاني: سورة النحل: ٤٣، الجزء: ١٤، ص: ٥٢١، رشيدية.

(۲) تفسير قرطبي، سورة الأنبياء: ٧، الجزء الحادي عشر، ص: ٢٤١، رشيدية.

(۳) سنن أبوداود، كتاب الطهارة، باب في المجروح يتيمم: ١/٥٤، امدادية.

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آیت اور حدیث میں سوال کا تذکرہ ہے، سوال اور تقلید میں فرق ہے، جواب یہ ہے کہ تقلید نتیجہ اور ثمرہ ہے سوال کا، پہلے آپ سوال کریں گے پھر دیئے گئے جواب کو مانیں گے، یہی تقلید ہے، تقلید کی تعریف گزری "اتباع الإنسان غیرہ فیما یقول أو یفعل" پہلے مجتہد سے کوئی بات دریافت کی جائے گی اور معلوم ہونے کے بعد اس پر عمل کیا جائے گا، الحاصل: سوال مقدمہ تقلید ہے اور تقلید ثمرہ و نتیجہ سوال ہے۔

چوتھی دلیل

﴿وقالوا لو کنا نسمع أو نعقل ما کنا فی أصحب السعیر﴾ [الملک: ۱۰].

"اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم اہل دوزخ میں نہ ہوتے"۔

"قال ابن عباس: لو کنا نسمع الهدی أو نعقله أو لو کنا نسمع سماع من یعی ویفکر أو نعقل عقل من یمیز وینظر"(۱).

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ کفار کہیں گے کاش کہ ہم ہدایت کی بات سنتے یا از خود اتنی عقل رکھتے کہ ہدایت کو پالیں یا معنی یہ ہے کہ کاش کہ ہم اس شخص کی بات سنتے جو سمجھ بوجھ رکھنے والا تھا یا ہمارے اندر اتنی عقل ہوتی کہ کھوٹے کھرے میں فرق کر سکتے"۔

نجات کے دو طریقے

حکیم الامت علامہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نجات کے دو طریقے ہیں، نسمع الهدی، نسمع سماع من یعی ویفکر یعنی ہدایت والوں کی بات کو سنتے اور اس پر عمل کرتے یہی تقلید ہے، خود تحقیق کرتے اور مسئلے کو دلیل سے ثابت کرتے کہ اس مسئلے کی یہ دلیل ہے اور اس آیت سے یہ مسئلہ بطور عبارت ثابت ہو رہا ہے وغیرہ۔(۲)

---

(۱) تفسیر قرطبی: ۱۸/۱۴۲، رشیدیہ۔

(۲) مولانا امین اللہ صاحب فرماتے ہیں: امت میں صرف دو طرح کے لوگ نہیں، بلکہ اس میں مجتہدین بھی ہیں، محققین بھی، عامۃ الناس بھی ہیں جو کہ زندہ علماء سے مسائل دریافت کرتے ہیں اور تقلید نہیں کرتے اور آپ کی طرح گمراہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تحقیق تحقیق نہیں تقلید ہے

تحقیق اس کو کہتے ہیں کہ دلیل خود منطبق کرے یا اس طریقے سے استدلال کرے کہ یہ آیت اس مسئلے پر صراحۃً یا ضمناً یا التزاماً دلالت کرتی ہے۔ باقی پہلے بھی یہ بات گزری ہے کہ کسی کی بات کو نقل کرنا نقل تحقیق ہے، تحقیق نہیں بلکہ تقلید ہے اور دلیل پیش کرنا کہ فلاں مسئلہ فلاں دلیل سے بطور عبارۃ النص یا اشارۃ النص کے ثابت ہے غیر مجتہد کے بس کی بات نہیں۔ ان کے فتاویٰ جات نقل تحقیق سے بھرے پڑے ہیں پھر بھی اپنے کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

حکم کے مطابق دلیل پیش کرنا فقہاء کا کام ہے

مولانا غلام رسول خان صاحب فرماتے ہیں: ”حکم اور دلیل میں مطابقت بایں طور کہ حکم اس دلیل سے عبارۃ النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص یا دلالۃ النص سے ثابت ہو رہا ہے صرف فقہاء کا میدان ہے، محدثین کے بس کی بھی بات نہیں۔ غیر مقلدین کا مقام تو بہت دور ہے، مثلاً: امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب قائم کیا، باب لاتقبل صلوۃ بغیر طہور۔ یہ دعویٰ اور حکم ہے بطور دلیل یہ حدیث پیش کی، "لاتقبل صلوۃ بغیر طہور ولا صدقۃ من غلول".

دعویٰ عدم صحت صلوۃ کا ہے کہ بغیر طہارت نماز صحیح ہی نہیں اور دلیل میں لاتقبل نفی قبولیت کا ذکر ہے، صحت اعم مطلق ہے، قبول اخص مطلق، عدم قبول عدم صحت کو مستلزم نہیں، بالفاظ دیگر دعویٰ خاص کا اثبات عام دلیل سے نہیں ہوتا ہے کیونکہ لادلالة للخصوص على العموم من إحدى الدلالات الثلاث".

محدثین کی شہادت کہ فقہاء معانی حدیث زیادہ جانتے ہیں

محدث کا کام نقل حدیث ہے، حدیث سے مسئلہ استنباط کرنا فقہاء کا کام ہے، اگر محدث استدلال کرنا

(بقیہ صفحہ سے آگے) مقلدین بھی ہیں۔ سو آپ کی تقسیم غلط ٹھہری۔

مولانا صاحب کا یہ جملہ ”کہ زندہ علماء سے مسائل دریافت کرتے ہیں اور تقلید نہیں کرتے“ قابل تعجب ہے، کیوں کہ اگر اس کو تحقیق کا نام دیتے ہیں تو تحقیق کی یہ قسم غیر مقلدین کی خانگی اصطلاح تو ہو سکتی ہے حقیقی نہیں۔ اگر اسے اتباع کہتے ہیں تو اتباع اور تقلید میں فرق نہ ہونا ہم ثابت کر چکے۔

مولانا کا تقسیم کو غلط کہنا اس لحاظ سے درست ہے کہ امت میں وہ لوگ بھی ہیں جو اکابرین امت پر نازیبا الفاظ سے طعن کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر رہے ہیں۔ اصل میں یہاں بنیادی درجات کو بیان کرنا تھا، کیوں کہ محققین اگر صفتِ اجتہاد سے متصف ہیں تو مجتہد ہیں ورنہ غیر مجتہد۔ اور غیر مجتہد میں اجتہاد کی صلاحیت نہیں تو لازماً اسے تقلید کرنا پڑے گی، اگرچہ ہٹ دھرمی کے باعث وہ انکار کرے۔

چاہے تو زیادہ سے زیادہ یہ استدلال کرسکتا ہے کہ یہ حدیث اس مسئلہ پر مطابقتاً دلالت کرتی ہے، تضمن اور التزام ان کی پہنچ سے دور ہیں۔ مسئلہ کی حقیقت تک پہنچنا صرف فقہاء کا کام ہے۔ مسئلہ ولوغ کلب میں فقہاء کہتے ہیں کہ احادیث میں جو عدد کا ذکر آیا وہ مقصودی نہیں، مقصودی چیز انقاء ہے، تین مرتبہ سے حاصل ہو یا تین سے زائد سے۔ اسی طرح استنجاء کے مسئلے میں بھی مقصود انقاء ہے، ایک پتھر سے حاصل ہو یا دو تین سے، جیسا کہ صاحب "نور الایضاح" نے فرمایا اگر نجاست مخرج سے تجاوز نہ کرے تو استنجاء کی ضرورت نہیں اگر تجاوز کرے تو پھر استنجاء کرے بات کی تہہ تک پہنچنا فقہاء کا کام ہے اور محدثین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "الفقهاء هم أعلم بمعاني الحديث". فقہاء معنی حدیث محدثین سے زیادہ جانتے ہیں (۱)۔

تقلید شخصی کا مسئلہ

تقلید شخصی کے دلائل سے تقلید مطلق کا اثبات بھی ہوتا ہے جیسا کہ زید کے اثبات سے خود بخود انسان کا اثبات ہوتا ہے: "لأن الزيد عبارة عن الإنسانية مع الهذية".

"إن المقيد عبارة عن المطلق مع المقيد" اور وہ قید اسی شخص کی ہے، نیز تقلید شخصی اخص جب کہ تقلید مطلق اعم ہے اور وجود الأخص يستلزم وجود الأعم.

پہلی دلیل

"عن حذيفة رضي الله عنه قال: "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: اقتدوا بالّلذين من بعدي، أبي بكر وعمر". رواه الترمذي، وقال: هذا حديث حسن "(۲).

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ میرے بعد ان دونوں کی پیروی کرنا (جو میرے جانشین ہوں گے) اور وہ ابوبکر وعمر ہیں"۔

(۱) (سنن الترمذي: ۱/۱۹۳، كتاب الجنائز، باب ماجاء في غسل الميت، سعيد).

(۲) (سنن الترمذي، كتاب المناقب، مناقب أبي بكر الصديق: ۲/۲۰۸، سعيد).

اس سے تقلید شخصی پر واضح استدلال کیا جاسکتا ہے۔ باللذین مبدل منہ اور ابی بکر وعمر بدل ہے۔ حکم ... کیا گیا اور پہلے ہم نے یہ ثابت کردیا کہ التقلید ھو الاتباع، والاتباع یستلزم الاقتداء، والا قتداء ... اتباع، فلامنافاۃ بین الاقتداء والاتباع، یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔

... سے زائد کی تعیین تقلید شخصی کے منافی نہیں

... پر اعتراض کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو شخصوں کے نام لئے شخص واحد کو متعین ... اس سے تقلید شخصی پر استدلال درست نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ ... چلتی رہی، ان کی اتباع کی جاتی رہی، ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ان ... کی گئی، یہ شخص واحد کی اتباع اور تقلید نہیں تو کیا ہے؟

... دلیل

"عن العرباض بن سارية قال: وعظنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوماً بعد صلوة ... موعظةً بليغةً، ذرفت منها العيون، ووجلت منها القلوب، فقال رجل: إن هذه موعظة مودع، ... تعهدنا يارسول الله! قال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة، وإن عبدٌ حبشيٌّ، فإنه من ... منكم يرى اختلافاً كثيراً، وإياكم ومحدثات الأمور، فإنها ضلالةٌ، فمن أدرك ذلك منكم فعليه ... بسنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ. هذا حديث حسن صحيح"(۱).

"حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ہم کو نہایت مؤثر انداز میں نصیحت کی کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دلوں میں خوف پیدا ہوگیا، ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ! معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری نصیحت ہے، آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہو اور تم کو مسلمان سردار جو کچھ سننے اور بجالانے کی وصیت کرتا ہوں، اگرچہ وہ سردار حبشی غلام ہو، تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، لہٰذا تمہیں چاہیے کہ دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو، اس لئے کہ وہ

---

(۱) ... الترمذی: ۹۶/۲، کتاب العلم، باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة، سعید).

گمراہی ہے۔ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ میرے اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے کو لازم جانو اور اسی طریقے پر بھروسہ رکھو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو"۔

حکم دیا کہ خلفاء راشدین کے بتائے ہوئے طریقے کو بھی مضبوطی سے تھامے رہو، تقلید شخصی میں امام کی بتائی ہوئی تشریح پر عمل کیا جاتا ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ "خلفاء" جمع کا صیغہ ہے اور خلفاء چار ہیں، لہٰذا یہ تقلید شخصی نہیں۔جواب یہ ہے کہ اگرچہ خلفاء جمع کا صیغہ ہے اور خلفاء چار ہیں لیکن نفس الامر اور خارج میں لوگوں کا واسطہ پہلے حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور حضرت علی سے پڑا، یعنی تقلید شخصی کا تحقق نفس الامر اور خارج میں علی سبیل البدلیت ہوا۔

سنت کی تعریف

خلفاء راشدین کے عمل کو بھی سنت کہا گیا، اسی لئے ہمارے نزدیک سنت کی تعریف بھی یوں کی جاتی ہے: "جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مواظبت اختیار کی ہو۔" اذان سنت موکدہ ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عملی طور پر اذان دینے کا ثبوت علی التحقیق نہیں، صحابہ کرام نے ثابت ہے۔اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف تین راتوں کی تراویح کا ثبوت ملتا ہے، رکعات کا ثبوت نہیں۔

۱-پورے رمضان میں، ۲-مع الجماعۃ، ۳-مسجد میں، ۴-ختم قرآن، کس حدیث سے ثابت ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل نہیں تو حکم دکھائیں، کسی حدیث میں نہیں یا پھر یہ دکھائیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ختم قرآن کا حکم دیا ہو۔یہ صرف صحابہ کے عمل سے ثابت ہے۔جب آپ یہاں صحابہ کی بات مانتے ہیں تو رکعات تراویح کے سلسلے میں بھی ان کی بات کو تسلیم کریں اور بیس رکعات تراویح پڑھیں۔

تیسری دلیل

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ طواف کے بعد عورت کو حیض آجائے تو کیا کرے آپ نے فرمایا لوٹ جائے، اہل مدینہ نے کہا:"لا ناخذ بقولك وندع قول زيد"(۱)۔

"عن عكرمة أن أهل المدينة سألوا ابن عباس عن امرأة طافت ثم حاضت ، قال لهم:

(۱) (الصحيح للبخاري، كتاب الحج، باب إذا حاضت المرأة بعد ما أفاضت: ۲۳۷/۱ ، قديمي).

ـــ: لا نأخذ بقولك، وندع قول زيد بن ثابت .... وفي رواية الثقفي: لانبالي بقولك أفتيتنا أو ـــ: لا نتابعك وأنت تخالف زيداً"(۱).

"حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس عورت کے متعلق پوچھا جسے طواف کے بعد حیض آجائے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ واپس جاسکتی ہے، اہل مدینہ نے کہا: ہم زید بن ثابت کی بات چھوڑ کر آپ کی بات نہیں مانتے ....ثقفی کی روایت میں ہے: آپ ہمیں فتویٰ دیں یا نہ دیں، ہمیں آپ کے فتویٰ کی پرواہ نہیں اور نہ ہی ہم آپ کی بات مانیں گے کہ آپ زید بن ثابت کی مخالفت کرتے ہیں"۔

اہل مدینہ صاف طور پر کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ کے قول کو نہیں لیتے ہم زید بن ثابت کی بات ہی مانیں گے، یہ تقلید شخصی نہیں تو کیا ہے؟

چھٹی دلیل

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کا ارشاد ہے: "لا ـــ ي ما دام هذا الحبر فيكم"(۲).

جب تک یہ موجود ہیں انہی کی اتباع کرو اور پیش آمدہ مسائل کا حل انہی سے پوچھو۔ شخص واحد ہیں، تقلید شخصی صحیح چیز ہے۔(۳)

ـــ البخاری، کتاب الحج، باب إذا حاضت المرأة بعد ما أفاضت: ۳/ ۷۴۹- ۷۵۰، قدیمی).

ـــ الصحيح للبخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابنة ابن مع ابنة: ۲/ ۹۹۷، قدیمی).

ـــ مولانا امین اللہ پشاوری صاحب اس کے متعلق ص: (۱۶۰) پر فرماتے ہیں: اس حدیث میں آپ کی تقلید کا رد ہے اور اس میں آپ ـــ کوئی دلیل نہیں۔ یہ تو زندہ عالم سے مسائل معلوم کرنے ہیں اور اس کا حکم قرآن نے دیا ہے ﴿فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ﴾.

ـــ آپ کی اس بات کا تقاضا یہ ہے کہ کسی بھی مجتہد اور عالم کے انتقال کے بعد اس کا علم بھی فوت ہوجانا چاہیے اور اسے قابل عمل قرار نہ ـــ ے، بلکہ زندہ علماء کے اجتہاد پر عمل کیا جائے۔ اور زندہ علماء کو چاہیے کہ وفات پاجانے والے علماء و مجتہدین کے استنباطات کو ایک ـــ کھتے ہوئے از سر نو اجتہاد کرے، ورنہ اسی تقلید میں مبتلا ہوگا۔ اور یہ بات بداہتاً غلط ہے۔ امت کا تعامل اس کی تردید کرتا ہے۔

ـــ اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عبداللہ ابن مسعود کو ابوموسیٰ اشعری نے یہ درجہ اس لئے دیا کہ وہ قرآن وحدیث کو زیادہ ـــ تھے وہ ہر مسئلے میں دلیل پیش کرتے تھے اور سائل دلیل کا اتباع کرتا۔ ابن مسعود کی رائے کا تابع اور مقلد نہ ہوا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پانچویں دلیل

"حدثنا هناد، ثنا وكيع، عن شعبة، عن أبي عون، عن الحارث بن عمرو، عن رجل من أصحاب معاذ، عن معاذ أنّ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعث معاذاً إلى اليمن، فقال كيف تقضي؟ فقال: أقضي بما في كتاب الله، قال: فإن لم يكن في كتاب الله قال: فبسنة رسول الله، قال: إن لم يكن في سنة رسول الله – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– قال: أجتهد رأيي، قال: الحمدلله الذي وفق رسولَ رسولِ الله لما يحب ويرضى"(۱).

"حضرت معاذ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن بھیجنے کا ارادہ کیا تو فرمایا: وہاں کس طرح فیصلے کرو گے؟ حضرت معاذ نے جواب دیا: قرآن کے مطابق فیصلہ کروں گا، آپ صلی

(بقیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) جواب: یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو کئی مثالیں پیش کرنی ہوں گی جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے سائل کے سامنے دلیل پیش کی ہو۔ ودونہ خرط القتاد. علاوہ ازیں یہ بات تسلیم کئے تو چارہ ہی نہیں کہ سائل نے فہم المسئلۃ من الدلیل تو حضرت عبداللہ بن مسعود کی تقلید کی، بہر حال تقلید سے مفر نہیں۔

تیسرا اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس روایت میں تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اتباع کا ذکر ہے، نہ کہ امام ابوحنیفہ کا اور تم لوگ تو صحابہ کی تقلید کو حرام سمجھتے ہو۔

جواب: یہ اثر تقلید شخصی کے نفسِ جواز پر پیش کیا گیا ہے کہ تقلیدِ شخصی جائز ہے۔ جب اصل ثابت ہے تو ہر جزئی کے اثبات کے لئے دلیل کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ ورنہ اگر کوئی مطالبہ کرتے کہ کسی اثر میں مولانا امین اللہ پشاوری صاحب کا نام دکھایا جائے تو وہ اپنی فطرت وعادت سے مجبور ہو کر اکابرین امت کے بارے جن اخلاق عالیہ کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ ناجائز ہے تو یہ مطالبہ فضول ہوگا۔ کیوں کہ اکابرین کو سب وطعن کا نشانہ بنانے کی ممانعت ثابت ہو چکی تو اب نشانہ بنانے والا زید ہو یا بکر یا مولانا امین اللہ سب پر وعید صادق آئے گی۔

چوتھا اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "جب تک یہ عالم موجود ہیں" سے معلوم ہوا کہ مردے سے نہیں پوچھا جاتا شاید آپ کے امام صاحب ہنوز زندہ ہیں۔ کیا ہو گیا آپ کو آپ بریلویوں سے بھی آگے نکل گئے۔

جواب: اگر یہ قول نہ ہوتا تو بھی ہر ذی عقل جانتا ہے کہ مردوں سے نہیں پوچھا جاتا۔ جب کہ مولانا کو لکھنے کی یہ بات اس عمر کے بعد سمجھ آئی۔ نیز تقلید میں مقلد سے پوچھا نہیں جاتا کہ امام صاحب کی حیات کا دعویٰ کیا جائے۔ ہوش وحواس میں اس قسم کا کلام صادر نہیں ہوتا۔

(۱) (جامع الترمذي، أبواب الأحكام، باب ماجاء في القاضي كيف يقضي: ۱/۲۴۷، سعيد).

للہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قرآن میں نہ ملے تو پھر؟ حضرت معاذ نے جواب دیا کہ سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر سنت رسول اللہ میں بھی نہ ملے تو کیا کرو گے؟ حضرت معاذ نے جواب دیا: پھر اجتہاد کروں گا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی ذات قابل تعریف ہے، جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو اس راہ کی توفیق دی جسے وہ پسند کرتا ہے اور اس پر راضی ہے"۔

اہل یمن نو مسلم ہیں، احکام سے زیادہ واقف نہیں، ان کی عبادات، مناکحات، معاملات، معاشرت کے ۔۔۔ تحقیق حضرت معاذ کریں گے، اور اہل یمن اپنے تمام مسائل ان سے دریافت کریں گے، یہی تقلید شخصی ہے۔

۔۔۔ حدیث سے اہل حدیث کے دو اصول أطیعوا اللہ و أطیعوا الرسول. (صرف قرآن وحدیث) برقرار نہ ۔۔۔ اور اصل اجتہاد بھی ہو گیا اور اجتہاد قرآن وسنت میں غور وفکر کر کے ہی کیا جائے گا۔ قرآن وحدیث میں غور ۔۔۔ کسی کا کام نہیں۔ یہ کام وہی کرے گا جو علوم پر مکمل دسترس کے علاوہ تقویٰ سے بھی آراستہ ہو اور یہ صفات ۔۔۔ ہیں۔ باقی غیر مجتہد تو مجتہد کی تحقیق پر عمل پیرا ہوں گے، یہی تقلید شخصی کا حاصل ہے۔ (۱)

۔۔۔ صاحب ص: (۱۵۸) پر اس حدیث کے متعلق اعتراضات اور جوابات کی بوچھاڑ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "الجواب اولاً: یہ حدیث ۔۔۔ حدیث کے متعلق ضعف کا اعتراض اور اس کا جواب خود کتاب میں موجود ہونے کے باوجود مولانا کا اعتراض ناقابل فہم ہے۔

دوسرا اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں: دوسرا جواب یہ کہ آپ تو مقلد ہیں اور مقلد حدیث سے استدلال نہیں کر سکتا جیسا ۔۔۔ کتابوں میں لکھا ہے۔ رجوع الی الحدیث مقلد کا وظیفہ نہیں۔ احسن الفتاویٰ: ۳/۵۲، ارشاد القاری: ۳/۵۲، ۱/۲۸۸ میں لکھا ۔۔۔ حدیث سے استدلال مقلد کا کام نہیں یہ وظیفہ مجتہد ہے۔

جواب: کتابوں میں جو لکھا ہے وہ بالکل درست ہے کہ مقلد جو صفتِ اجتہاد سے متصف نہیں جب اس میں براہِ راست ۔۔۔ صلاحیت نہیں تو اسے منع کیا گیا۔ اور مذکورہ حدیث سے ثابت بات عبارت النص سے ثابت ہے جسے ہر عربی جاننے والا جان ۔۔۔ کے لئے استدلال واستنباط کی ضرورت نہیں۔ استدلال واستنباط الگ چیز ہے اور عبارت النص سے ثابت شدہ حکم الگ ۔۔۔ واستنباط کے لئے مہارت کے ساتھ تقوی، خشیت الٰہی اور اخلاق نبوی سے متصف ہونا ضروری ہے۔ جب کہ عبارت ۔۔۔ حکم کے لئے محض عربیت سے واقفیت۔

تیسرا اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حدیث تو اجتہاد کے بقا کے لئے دلیل ہے کہ ہر عالم تبحر اب بھی اجتہاد کر سکتا ۔۔۔ اجتہاد کا دروازہ بند کر چکے ہیں چوتھی صدی میں جیسا کہ ردالمحتار (۱/۳۹۶) میں لکھا ہے جو کہ آپ کی معتبر کتاب ہے اور آپ ۔۔۔ لازم سمجھتے ہیں کہ آپ میں سے کوئی مجتہد ہی نہیں اور یا اس کے اجتہاد کو تسلیم نہیں کرتے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

علامہ جوزجانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الموضوعات'' میں اس حدیث کی سند پر اعتراض کیا: "هذا الحديث باطل، رواه جماعة عن شعبة، وقد تصفحت هذا الحديث :االمسانيد الكبار والصغار، وسألت من لقيته من أهل العلم بالنقل عنه فلم أجدله طريقاً غير هذا، والحارث بن عمرو هذا مجهول، وأصحاب معاذ من أهل حمص لايعرفون، ومثل هذا الإسناد لايعتمد عليه"(۱).

"یہ حدیث باطل ہے، ایک جماعت شعبہ سے یہ حدیث نقل کرتی ہے، میں نے چھوٹی بڑی مسانید چھان ماریں اور جس عالم سے ملاقات ہوئی اس حدیث کے متعلق اس سے پوچھا لیکن اس سند کے علاوہ دوسری سند نہ ملی جب کہ اس سند میں حارث بن عمرو مجہول ہے اور حضرت

(بقیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) جواب: اجتہادِ مطلق بند ہے کہ کوئی نیا مذہب نکالا جائے۔ مطلق اجتہاد بند نہیں۔ ادنی تامل سے یہ بات اسی عبارت سے ثابت ہے۔ بالفرض اگر کسی نے مطلق اجتہاد کے بند ہونے کا قول اختیار کیا تو یہ اس کی رائے ہے کوئی قرآن نہیں، لہذا اس کے ذریعے باقیوں کو الزام دینا درست نہیں۔

چوتھا اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں: چوتھا جواب یہ ہے کہ آپ بتائیے کہ معاذ بن جبل نے کہاں اجتہاد کیا ہے؟ اور انہیں نص کہاں نہیں ملی ہے؟ اور یمن والوں نے ان کی تقلید کی ہو۔ اس کی کوئی ایک مثال دکھائیے۔ کبھی بھی نہیں دکھا پاؤ گے۔

جواب: اصولِ مناظرہ اور اصولِ تحقیق کے خلاف دلیل کا مطالبہ از خود غلط ہے، چہ جائیکہ اس کے جواب میں سعی کی جائے۔

پانچواں اعتراض کرتے ہوئے مولانا نے ایک فرضی مثال پیش کی۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ خود اس مثال سے تقلید شخصی اگرچہ جزئی اور خاص کیوں نہ ہو ثابت ہے۔ جب کہ آپ کا دعوی سلب کلی ہے اور اس کے توڑ کے لئے آپ کی پیش کردہ دلیل جیسے مثال ہی کافی ہے۔ ہمیں جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

چھٹا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: منظور صاحب کے پاس اس حدیث کی تصحیح کے لئے کچھ بھی نہیں۔ پس شیخ الاسلام ابن القیم کی تقلید کی ہے اور ان سے تصحیح نقل کی ہے۔ چاہیے تو یہ کہ یہ حنفی ڈاکٹر جامع المعقول والمنقول امام صاحب سے اس حدیث کی صحت نقل کرتے یا از خود تحقیق کرتے۔

جواب: اگر یہ ابن القیم رحمہ اللہ کی تقلید ہے تو آپ نے بھی حدیث کی تضعیف میں ترمذی، ابوداؤد وغیرہ کی تقلید کی، کیونکہ آپ راوی کے زمانے میں موجود نہ تھے کہ براہ راست اس کا مشاہدہ کرتے ہوئے حدیث کی تضعیف کرتے۔ امام صاحب سے تضعیف کے نقل کا مطالبہ ہٹ دھرمی اور من چاہی دلیل کا مطالبہ ہے جو اصول کے خلاف ہے۔

آخر میں عرض یہ ہے کہ جو لایعنی اعتراضات، اکابرینِ امت پر طعن کی جو بیماری آپ کو لگی ہے اس کا مکمل علاج حنفی ڈاکٹر کے پاس موجود ہے۔ ایک مرتبہ آپ زحمت کریں تو ان شاء اللہ یہ بیماری دور ہو جائے گی۔

(۱) لم أظفر على هذا الكتاب.

معاذ کے حمصی ساتھی معروف نہیں۔اس قسم کی سند قابل اعتماد نہیں ہوتی''۔

علامہ ابن قیم نے''اعلام الموقعین''میں اس کا جواب دیا ہے:"وهذا الحديث وإن كان عن غير مسمين، فهم أصحاب معاذ فلا يضره ذلك؛ لأنه يدل على شهرة الحديث، وأن الذى حدث به حارث بن عمرو عن جماعة من أصحاب معاذ لا واحد منهم، وهذا أبلغ فى الشهرة من أن يكون عن واحد لو سمّى، كيف وشهرة أصحاب معاذ بالعلم والدين والفضل والصدق بالمحل الذى لا يخفى، ولا يعرف فى أصحابه متهم ولا كذاب ولا مجروح، بل أصحابه من أفاضل المسلمين وخيارهم، لايشك أهل العلم بالنقل فى ذلك، كيف وشعبة حامل لواء هذا الحديث، وقد قال بعض أئمة الحديث: إذا رأيت شعبة فى إسناد حديث فاشدد يديك به"(١).

''اس حدیث کے راویوں کے نام اگرچہ معلوم نہیں لیکن یہ بات مضر نہیں کیونکہ وہ حضرت معاذ کے ساتھی ہیں اور اس حدیث کی شہرت بایں طور ہے کہ حارث بن عمرو حضرت معاذ کے ساتھیوں کی جماعت سے اس حدیث کو نقل کر رہے ہیں اور حضرت معاذ کے ساتھیوں کی جماعت سے نقل کرنا شہرت حدیث کے سلسلے میں اس سے زیادہ سود مند ہے کہ کسی ایک ساتھی سے نقل کرتے اور اس کا نام لیتے، باوجود راویوں کے نام نہ ہونے کے حدیث کیونکر مشہور نہ ہو کیوں کہ حضرت معاذ کے ساتھیوں کی شہرت علم ودین، بزرگی وسچائی کے حوالے سے مخفی نہیں اور نہ ہی ان کے ساتھیوں میں کوئی متہم یا کذاب ہے بلکہ وہ سب اعلیٰ وبرتر قسم کے مسلمان ہیں۔اہل علم اسے نقل کرنے میں شک وشبہ کا شکار نہیں ہوتے اور شک و شبہے کا شکار کیونکر ہوں جب کہ اس حدیث کے رواۃ میں شعبہ سر فہرست ہے اور شعبہ کے متعلق بعض ائمہ حدیث کا کہنا ہے کہ جب شعبہ کسی حدیث کی سند میں ہو تو اس حدیث کو مضبوطی سے تھام لو''۔

علامہ ابن قیم خطیب کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:"إن عبادة بن نسى رواه عن عبدالرحمن بن غنم عن معاذ، وهذا إسناد متصل ورجاله معروفون بالثقة على أن أهل العلم قد نقلوه واحتجوا به، فوقفنا بذلك على صحته عندهم كما وقفنا على صحة قول رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا وصية لوارث".......... وإن كانت هذه الأحاديث لاتثبت من جهة الإسناد لكن لما تلقتها

---

(١) إعلام الموقعين، حديث معاذ حين بعثه الرسول إلى اليمن: ١/١٥٥، دارالكتب العلمية بيروت).

الكافة عن الكافة غنوا بصحتها عندهم عن طلب الإسناد لها، فكذلك حديث معاذ لما احتجوا جميعاً غنوا عن طلب الإسناد له"(١).

''عبادہ بن نسی اس حدیث کو عبدالرحمن بن غنم کے واسطے حضرت معاذ سے نقل کرتے ہیں اور یہ متصل سند ہے، اس کے رواۃ بھی عادل وثقہ ہیں، مزید یہ کہ اہل علم اس حدیث کو نقل کرتے ہیں اور قابل استدلال سمجھتے ہیں، ان امور کی وجہ سے ہم یہی سمجھتے ہیں یہ حدیث ان کے ہاں صحیح ہے (اگر صحیح نہ ہو تو کیونکر اسے نقل کرتے اور کیونکر اس سے استدلال کرتے) جیسا کہ علماء امت کی نقل واستدلال کی بناء پر ہم "لا وصية لوارث" کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ یہ احادیث اگرچہ سنداً اس پائے کی نہیں لیکن جب جماعت در جماعت سے منقول ہوتی چلی آرہی ہیں تو اسی صحت کی وجہ سے ان کی سندوں میں بحث کی چنداں ضرورت نہیں، اسی طرح حدیث معاذ بھی ہے۔ جب علماء کی ایک جماعت اس سے استدلال کرتی ہے تو سند پر بحث کی خاص ضرورت نہیں''۔

عبدالرحمن بن غنم کے متعلق ابن عبدالبر اندلسی فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ ہوسکی۔ حضرت معاذ کے ساتھی تھے اور حضرت عمر سے ان کا سماع ہے: "وكان من أفقه أهل الشام"(٢)۔

چھٹی دلیل

"كتب عمر إلى شريح اقض بما في كتاب الله، فإن لم تجد فبما في سنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فإن لم تجد فبما قضى به الصالحون"(٣).

''حضرت عمر نے قاضی شریح کو لکھا کہ قرآن کے مطابق فیصلہ کرو، اگر قرآن میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو، اگر سنت رسول میں بھی نہ ملے تو ماضی کے صلحاء نے جس طرح فیصلے کیے ہوں اس طرح فیصلہ کرو''۔

تقلید شخصی یہی ہے کہ علمائے سابقین کی آراء پر عمل کیا جائے۔

---

(١) (اعلام الموقعين، حديث معاذ: ١/١٥٥، دار الكتب العلمية).

(٢) (تهذيب التهذيب: ٦/٢٥٠، دار صادر بيروت، تهذيب الكمال: ١٧/٣٤٢، مؤسسة الرسالة).

(٣) (جامع بيان العلم وفضله، باب اجتهاد الرأي على الأصول: ٢/٨٤٦، دار ابن الجوزي).

"وابن عباس كان يفتي بما في الكتاب ثم بما في السنة ثم بسنة أبي بكر وعمر لقوله صلى الله عليه وسلم : اقتدوا باللذين من بعدي أبي بكر وعمر"(۱).

''حضرت ابن عباس اولاً قرآن کے مطابق فیصلہ کرتے، اگر قرآن میں صراحت نہ ہوتی تو سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق، اگر سنت میں بھی صراحت نہ ملتی تو حضرت ابوبکر عمر کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ کیونکہ ارشادِ نبوی ہے: میرے بعد ان دونوں کی پیروی کرنا (جو میرے جانشین ہوں گے) ابوبکر و عمر''۔

دوسری دلیل

"وقال ابن عبدالملك بن أبي سليمن : سمعت سعيد بن جبير يقول: تستفتوني وفيكم ... النخعي"(۲).

تقلید شخصی پر واضح دلیل ہے کیونکہ حضرت ابراہیم نخعی اعلم تھے اور اعلم ہی کی بات پر اعتماد کیا جاتا ہے اور ہم ... حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اعلم سمجھتے ہیں، لہٰذا انہی کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں۔

... کہتے ہیں کہ صحابہ کرام امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اعلم تھے وہ زیادہ لائق تقلید ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ... ہم انہی ارشادات پر عمل پیرا ہیں، جو پیارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے اور جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معمول بہا ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان مسائل کو یکجا کر کے منقح اور مدون ... شریعت ایجاد نہیں کی، لہٰذا یہ اعتراض فضول ہے کہ ہم صحابہ کرام کی تقلید کیوں نہیں کرتے۔ کہاں صحابہ کا ... امام ابوحنیفہ کہ ہم امام ابوحنیفہ کو ترجیح دیں۔ اعاذنا اللّٰہ منہ.

تیسری دلیل

"قال شعيب ابن الحبحاب : قال لي الشعبي: عليك بذلك الأصم يعني ابن سيرين"(۳).

''شعیب کہتے ہیں کہ شعبی نے مجھے کہا ابن سیرین کو لازم پکڑو''۔

... مجموعة الفتاوى : ۱۹/۱۰۹، مكتبة العبيكان).

... تذكرة الحفاظ: ۱/۷۴، دار إحياء التراث العربي).

... تذكرة الحفاظ: ۱/۷۸، دار إحياء التراث العربي).

"روی أحمد بن یحیی بن وزیر عن ابن وهب قال: لو کان بقی لنا عمرو بن الحارث مااحتجنا إلی مالك"(١).

''احمد بن یحیٰ راوی ہیں کہ ابن وہب کہا کرتے تھے اگر عمرو بن الحارث زندہ ہوتے تو ہم امام مالک کے پاس نہ جاتے''۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ نے کئی آثار ''اعلام الموقعین'' میں نقل کیے جو تقلید شخصی پر واضح دلائل ہیں: "وقال الشبعی: إذا اختلف الناس فی شیء فخذوا بما قال عمر"(٢).

''شعبی فرماتے ہیں اگر کسی مسئلے میں لوگوں کا اختلاف ہو تو اسی تحقیق پر عمل کرو جو حضرت عمر سے ثابت ہو''۔

غیر مقلدین کے اصول کے پیش نظر امام شعبی مشرک ٹھہرے کہ قرآن کو پس پشت ڈال دیا اور ﴿فإن تنازعتم فی شیء فردوه إلی الله والرسول﴾ کو ترک کیا۔

"قال محمد بن جریر: لم یکن أحد له أصحاب معروفون حرروا فتیاه ومذاهبه فی الفقه غیر ابن مسعود، وکان یترك مذهبه وقوله لقول عمر، وکان لایکاد یخالفه فی شیء من مذاهبه، ویرجع من قوله إلی قوله، وقال الشبعی: کان عبدالله لایقنت، وقال: لوقنت عمر لقنت عبدالله"(٣).

''محمد بن جریر فرماتے ہیں سوائے عبداللہ بن مسعود کے کسی صحابی کے ایسے شاگرد نہیں جو فقہ میں ان کے فتاویٰ و مذہب محفوظ کرتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمر کے قول کی وجہ سے اپنا مذہب و قول چھوڑ دیتے تھے اور اپنے مذہب میں حضرت عمر کی ذرہ بھی مخالفت نہیں کرتے۔ بسااوقات اپنی تحقیق چھوڑ کر حضرت عمر کے قول کو اختیار کرتے۔ امام شعبی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود قنوت نہیں پڑھتے تھے اور کہتے اگر عمر قنوت پڑھتے تو عبداللہ بھی قنوت پڑھتا''۔

تقلید شخصی اسی کا نام ہے، اگر غیر مقلدین اس دور میں ہوتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود بھی قتل

---

(١) (تذکرة الحفاظ: ١٨٤/١، دار إحیاء التراث العربی).

(٢) (إعلام الموقعین، فصل الصحابة سادة المفتیین والعلماء: ٢٣/١، دار الجیل.

(٣) (إعلام الموقعین، فصل فضل عمر بن الخطاب: ٢٨/١، دار الجیل).

ہ رہا تے کہ براہ راست احادیث نہیں، بلکہ حضرت عمر کی موافقت کی کوشش کرتے ہیں"۔

"قال الشعبي: من سرّه أن يأخذ بالوثيقة في القضاء فليأخذ بقول عمر، وقال مجاهد: إذا اختلف الناس في شيء فانظروا ما صنع عمر فخذوا به"(١).

"شعبی فرماتے ہیں: جسے یہ بات بھلی لگے کہ قضاء (فیصلوں) میں بہتر وصحیح راہ پر گامزن ہو تو اسے چاہیے کہ حضرت عمر کے قول پر عمل کرے، مجاہد فرماتے ہیں: جب لوگ کسی بات میں اختلاف کریں تو حضرت عمر کا فعل دیکھیں کہ وہ کیا ہے، اسی کو لے لو"۔

غیر مقلدین یہاں کیا لب کشائی کریں گے، کیا فیصلوں میں بہتر وصحیح راہ پر گامزن وہ شخص ہے جو حضرت عمر کے قول پر عمل کرے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول بہتر ہے؟ اسی طرح مجاہد جو بوقت اختلاف بجائے قرآن حدیث کے حضرت عمر کے قول کو لینے کا حکم دیتے ہیں۔

"وقال الأعمش عن إبراهيم أنه كان لا يعدل بقول عمر وعبدالله إذا اجتمعا، فإذا اختلفا كان قول عبدالله أعجب إليه؛ لأنه كان ألطف"(٢).

"اعمش ابراہیم نخعی کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت عمر وعبداللہ بن مسعود جب کسی مسئلے پر متفق ہوتے تو ابراہیم نخعی اسی قول کو اختیار کرتے اور جب ان کا اختلاف ہوتا تو حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول بوجہ نرمی وسہولت کے انہیں زیادہ پسند تھا"۔

"قال [طاؤس] أدركت سبعين من أصحاب محمد صلى الله تعالى عليه وسلم إذا تداروا في شيء انتهوا إلى قول ابن عباس"(٣).

"طاؤس فرماتے ہیں: میں نے ستر صحابہ کا زمانہ پایا، جب بھی ان کا کسی چیز میں اختلاف ہوتا تو آخری فیصلہ حضرت ابن عباس کے قول پر ہی ہوتا"۔

غیر مقلدین ان صحابہ کے متعلق کیا کہیں گے، جو بوقت اختلاف ﴿فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول﴾ کو چھوڑ کر حضرت ابن عباس کے قول کو مانتے ہیں۔

---

(١) إعلام الموقعين، فصل فضل عمر بن الخطاب: ١/٢٧، دار الجيل.

(٢) إعلام الموقعين، فصل الصحابة سادة المفتين: ١/٢٣، دار الجليل.

(٣) إعلام الموقعين، فصل ابن عباس: ١/٢٧، دار الجليل.

"عن اللحمی عن أبیه أن عمر بن الخطاب خطب الناس بالجابیة، فقال: من أراد أن یسأل عن الفرائض فلیأت زید بن ثابت، ومن أراد أن یسأل عن الفقه فلیأت معاذ بن جبل، ومن أراد المال فلیأتنی"(۱).

"لحمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے جابیہ نامی مقام میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: جو میراث کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہے تو زید بن ثابت سے پوچھے اور جو فقہ سے متعلق پوچھنا چاہے تو معاذ بن جبل سے پوچھے اور جو مال چاہتا ہے میرے پاس آئے"۔

صحابہ کرام کی بڑی تعداد موجود ہے لیکن پھر بھی میراث کے مسائل صرف زید بن ثابت اور فقہ کے مسائل معاذ بن جبل سے پوچھے جائیں، تقلید شخصی نہیں تو کیا ہے؟

علاوہ ازیں مکہ، مدینہ، شام، یمن، کوفہ، مصر وغیرہ میں اہلِ علم وفضل کی ایک بڑی جماعت موجود تھی، اہل فتویٰ جن کے اقوال پر امت عمل پیرا ہو وہ چند ہیں، جن کی تفصیل علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے "اعلام الموقعین" میں بیان کی ہے(۲)۔ یہ سب تقلید شخصی کی صورتیں ہیں۔

مذاہب اربعہ پھر ایک امام کی تخصیص

خیر القرون میں دینداری غالب تھی۔ تتبع رخص کا وجود نہ تھا، کسی بھی مجتہد عالم سے مسئلہ دریافت کر کے عمل کیا جاتا۔

علامہ آمدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "إنه لم تزل العامة فی زمن الصحابة والتابعین قبل حدوث المخالفین یستفتون المجتهدین ویتبعونهم فی أحکام الشریعة"(۳).

"مخالفین کے ظہور سے قبل صحابہ وتابعین کے دور میں عام معمول یہ تھا کہ لوگ مجتہدین سے مسائل دریافت کرتے اور احکام شریعت میں ان کی پیروی کرتے تھے"۔

---

(۱) (اعلام الموقعین، فصل الصحابة الذین انتشر عنهم الدین والفقه: ۱/ ۳۰، دار الجلیل).

(۲) (اعلام الموقعین: ۱/ ۳۰-٤۰، دار الجیل).

(۳) (الإحکام فی أصول الأحکام: ٤/ ۱۹۸، مؤسسة الحلبی القاهرة).

مجتہدین کا مذہب مدون نہ ہوسکا اور بعض کے مذہب کو تدوین کے بعد شہرت نہ ملی اور بعض مذاہب کچھ
۔۔۔ کے بعد ختم ہوگئے۔(۱)

۔۔۔ پشاوری صاحب نے ،ص:(۱۳۱) اشارتاً اس مسئلے کو بھی تناقض ثابت کرکے تنقید کا نشانہ بنایا، کہتے ہیں: مقلدین
۔۔۔ ایک مذہب کی تقلید واجب ہے۔ اگر ایک کی تقلید نہ کی جائے پھر تلفیق لازم آتی ہے اور تلفیق باطل ہے جیسے منظور
۔۔۔ میں اشارہ کیا ہے: مذاہب اربعہ پھر ایک امام کی تخصیص، لیکن شامی نے ردالمحتار میں لکھا ہے: التلفیق الذی لا
۔۔۔ في حادثة واحدة مثلاً تقليد الشافعي في مسح بعض الرأس وتقلد مالك في طهارة الكلاب في
۔۔۔ أما لو صلى يوماً على مذهب، وأراد أن يصلي يوماً آخر على مذهب غيره فلا يمنع منه، فتحصل
۔۔۔ على الإنسان التزام مذهب معين، وأنه يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه.
۔۔۔ ایک مذہب پر عمل کرنا اور کبھی دوسرے پر آپ کے شامی نے جائز قرار دیا کیا وہ وہابی ہوگئے؟ نیز ہم کہتے ہیں کہ شامی
۔۔۔ ہے، کیوں کہ ہم دلیل کا اتباع کرتے ہیں، خواہ کہیں بھی ہو۔ ہمیشہ ایک عالم کی تقلید نہیں کرتے اور مذکورہ مسئلے میں امام
۔۔۔ ہے، بلکہ پورے سر کا مسح فرض ہے، اس پر کافی دلائل ہیں جن کے بیان کا یہ موقع نہیں۔ فقہائے متاخرین کی سب
۔۔۔ تناقضات اور خرافات ہیں۔

۔۔۔ علامہ شامی رحمہ اللہ کی نقل کردہ عبارت اور باقی عبارات میں تناقض کی بات ہے وہ درست نہیں، کیوں کہ تحقیق
۔۔۔ ہے جب تک دین داری غالب تھی ایک مذہب کی تقلید کو لازم نہیں سمجھا گیا، البتہ بعد میں لوگوں کو خواہشات پر
۔۔۔ لئے ایک معین مذہب کی تقلید کو لازم قرار دیا گیا۔ چونکہ جواز کا تعلق پہلے دور سے اور عدمِ جواز کا تعلق دوسرے دور
۔۔۔ عبارات میں کوئی تعارض نہیں۔

۔۔۔ دلیل کے اتباع کا جو دعویٰ کیا وہ درست نہیں، کیوں کہ عالم نے کسی دلیل کی بنا پر حکم لگایا تو استخراج المسئلة والحكم
۔۔۔ آپ نے عالم کی اتباع کی۔ آپ کو تو کسی عالم کا قول دیکھے بغیر براہ راست قرآن وحدیث سے استنباط کرنا چاہیے۔
۔۔۔ مولانا امین اللہ پشاوری صاحب کی اس بات کا تعلق ہے کہ شامی کی بات غلط ہے، امام شافعی کا مذہب غلط ہے اور
۔۔۔ تعارضات، تناقضات اور خرافات ہیں تو اس کلام کے جواب سے پہلوتہی ہی مناسب ہے کہ ایسا کلام جس میں
۔۔۔ کیچڑ اچھالا جائے اور ان کی سب باتوں کو متعارض اور خرافات کہا جائے عقل مند سے صادر نہیں ہوتی۔
۔۔۔ رحمہ اللہ کا مذہب اکتفا بمسح بعض الرأس غلط ہے تو پھر مولانا کو چاہیے کہ امام شافعی سے ایک قدم آگے بڑھ کر ان
۔۔۔ جن کی رائے پر امام شافعی رحمہ اللہ نے اس مسئلے کی بنیاد رکھی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نو صح عن
۔۔۔ مسح بعض الرأس، قاله ابن المنذر وغيره، ولم يصح عن أحد من الصحابة إنكار ذلك، قاله ابن
۔۔۔ يقوى به المرسل المتقدم ذكره. فتح الباري، كتاب الوضوء، باب مسح الرأس كله: ۱/۳۸۸.

جن مجتہدین کا مذہب مدون نہیں ان کی تقلید جائز نہیں

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ولیس فی الکتاب والسنة فرق فی الأئمة المجتهدین بین شخص وشخص، فمالك، واللیث بن سعد، والأوزاعی، والثوری هولاء أئمة فی زمانهم، وتقلید کل منهم کتقلید الآخر، لا یقول مسلم: إنه یجوز تقلید هذا دون هذا، ولکن من منع من تقلید أحد من هولاء فی زماننا، فإنما یمنعه لأحد شیئین: أحدهما: اعتقاده أنه لم یبق من یعرف مذاهبهم، وتقلید المیت فیه نزاع مشهور، فمن منعه قال: هولاء موتی، ومن سوّغه قال: لا بد أن یکون فی الأحیاء من یعرف قول المیت.

والثانی: أن یقول: الإجماع الیوم قد انعقد علی خلاف هذا القول ......وأما إذا کان القول الذی یقول به هولاء الأئمة أو غیرهم قد قال به بعض العلماء الباقیة مذاهبهم، فلا ریب أن قوله حینئذ یقوی بموافقة هولاء ویعتضد"(١).

"قرآن وحدیث میں ائمہ مجتہدین کے متعلق کوئی فرق بیان نہیں کیا گیا، امام مالک، لیث بن سعد، امام اوزاعی، سفیان ثوری وغیرہ اپنے زمانے کے امام تھے، ان میں سے ہر ایک کی تقلید اس طرح ہے جیسے دوسرے کی تقلید، کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ صرف اس کی تقلید جائز اور اس کی جائز نہیں، اس کے باوجود ان مجتہدین کی تقلید سے جو حضرات منع کرتے ہیں، اس کی دو وجہیں ہیں:

۱- ان کے خیال میں اب ان مجتہدین کے مذاہب سے کوئی واقف نہیں اور میت کی تقلید کے متعلق مشہور اختلاف ہے، جو حضرات منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ مر گئے اب ان کی تقلید جائز نہیں اور جو اسے جائز کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اگرچہ یہ مجتہدین وفات پا گئے لیکن اب بھی کئی صاحب حیات ان کے اقوال کو جانتے ہیں ......البتہ جن مجتہدین کے مذاہب باقی ہیں اگر ان کے اقوال سے ان کی تائید ہو تو پھر ان مجتہدین کا قول بھی مضبوط شمار ہوگا"۔

حاصل یہی ہے کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ دیگر مجتہدین کے مذاہب باقی نہ رہ سکے، اس لئے صرف ائمہ

(١) (مجموعة الفتاوى: ٢٣/٢٢٥، مكتبة العبيكان).

تحی حیثیت ہے۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ویجب علینا أن نعتقد أن الأئمة الأربعة والسفیانین حنفی عی وداود الظاهری وإسحق بن راهویه وسائر الأئمة علی هدی ......وعلی غیر المجتهد أن منهباً معیناً ......لکن لایجوز تقلید الصحابة وکذا التابعین کما قاله إمام الحرمین: کل من لم منهبه، فیُمْتَنَعُ تقلید غیر الأربعة فی القضاء والإفتاء؛ لأن المذاهب الأربعة انتشرت وتحررت ظهرت تقیید مطلقها وتخصیص عامها بخلاف غیرهم؛ لانقراض أتباعهم، وقد نقل الإمام اجماع المحققین علی منع العوام من تقلید أعیان الصحابة وأکابرهم"(۱).

"ہم پر یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ ائمہ اربعہ، سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ، امام اوزاعی، داؤد ظاہری، اسحٰق بن راہویہ اور تمام ائمہ راہ راست پر تھے............اور غیر مجتہد پر لازم ہے کہ کسی معین مذہب کی تقلید کرے...........لیکن صحابہ کی تقلید جائز نہیں، اسی طرح تابعین کی تقلید بھی۔ جیسا کہ امام الحرمین کی تحقیق سے واضح ہے کہ جس امام کا مذہب مدوّن نہ ہو اس کی تقلید جائز نہیں۔ لہٰذا قضاء و افتاء میں ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز نہیں۔ کیوں کہ مذاہب اربعہ اس حد تک مشہور اور پھیل گئے کہ ان میں مطلق کی قیودات، عموم کی تخصیصات بھی واضح ہیں، برخلاف دیگر مذاہب کے کہ ان میں یہ چیز نہیں کیوں کہ ان کے پیروکار جلد ہی ختم ہو گئے تھے۔ امام رازی نے اجماع نقل کیا ہے کہ عوام کو اکابر صحابہ کی تقلید سے منع کیا جائے گا"۔

تمام مجتہدین کے متعلق یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ ہدایت پر تھے، باقی تقلید صرف ان کی کی جائے گی جن کے مدون و منقح ہیں۔ صحابہ کرام کی تقلید کی اجازت نہیں، کیوں کہ ان کے مذاہب بھی مدون نہیں۔

صحابہ کی تقلید نہ کرنے کی وجہ

علامہ نووی اسی بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں: "ولیس له التمذهب بمذهب أحد من الصحابة وغیرهم من الأولین وإن کانوا أعلم وأعلی درجةً ممن بعدهم؛ لأنهم لم یتفرغوا العلم وضبط أصوله وفروعه، فلیس لأحدٍ منهم منهب مهذب محرر مقرر، وإنما قام بذلک

(۱) فیض القدیر: ۱/۱ ۰ ۴-۲ ۰ ۴، مکتبة نزار مصطفی الباز).

من جاء بعدهم من الأئمة الناحلين لمذاهب الصحابة والتابعين القائمين بتمهيد أحكام الوقائع قبل وقوعها الناهضين بإيضاح أصولها وفروعها كمالك وأبي حنيفة وغيرهما"(۱)۔

''اکابرین صحابہ وغیرہ اگرچہ بعد والوں سے علم وعمل میں بہت آگے ہیں لیکن پھر بھی کسی کے لئے جائز نہیں کہ صحابہ کرام کے مذہب کو اپنائے، کیونکہ صحابہ کرام کو اتنا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے مذہب کو مدون کرتے اور اس کے اصول وفروع کو محفوظ کرتے، اسی وجہ سے صحابہ میں سے کسی بھی صحابی کا مذہب مدون ومنقح نہیں، ہاں بعد میں آنے والے ائمہ امام مالک، امام ابوحنیفہ وغیرہ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور باقاعدہ مذاہب مدون کر کے ان کے اصول وفروع کو محفوظ کیا اور مسائل کے وقوع سے پہلے ان کا حل تلاش کیا''۔(۲)

---

(۱) (شرح المهذب: ۸۸/۱، فصل في آداب المستفتي، دار الفكر).

(۲) اس عبارت پر مولانا کافی برانگیختہ ہیں کہ ص: (۱۱۳) پر فرماتے ہیں: اسی طرح کی غلیظ عبارت تحفۃ المناظر میں مزید دیکھئے۔ تم کہتے ہیں: اولاً تو اس عبارت میں کس قدر دجل، فریب اور ظلم ہے:

۱- ایک تو تمام صحابہ کرام کو پسِ پشت ڈال دیا کہ کسی صحابی کا کوئی مذہب نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ان کا مذہب قرآن وحدیث تھا کسی اور مذہب کی کیا ضرورت تھی جو بناتے۔ یہ مذہب حنفی تو آپ نے بنایا ہے جو اکثر بدعات وخرافات سے پر ہے۔ یہ اسلام کی تعبیر نہیں۔

جواب: اس دجل، فریب اور ظلم کا ارتکاب ایک ایسے فقیہ ومحدث نے کیا ہے جس کے بغیر آپ کی گاڑی نہیں چلتی۔

ثانیاً: دجل وفریب تو یہ ہے عبارت ''کسی بھی صحابی کا مذہب مدون ومنقح نہیں'' کو آپ نے ''کسی صحابی کا کوئی مذہب نہیں'' سے تعبیر کیا۔ دونوں عبارتوں میں فرق عام آدمی بھی جانتا ہے، لیکن غیر مقلدین کے مجتہد صاحب اپنی فکرِ صائب سے معنی کو بدل لے گئے۔

ثالثاً: یہ کہنا کہ ''مذہب حنفی تو آپ نے بنایا ہے جو اکثر بدعات وخرافات سے پر ہے'' بانیٔ مذہب حنفی کون ہیں؟ یہ سب جانتا ہے۔ بدعات وخرافات سے پر ہونے کا دعوی بلا دلیل ہونے کی بنا پر قابلِ رد ہے۔ اور یہ کہنا کہ یہ اسلام کی کوئی تعبیر نہیں کے متعلق عرض ہے کہ اگر حنفی مذہب اسلام کی صحیح تعبیر نہیں تو کیا اسلام کی صحیح تعبیر آپ کے اقوالِ زریں ہیں جو تنابز بالالقاب پر مشتمل ہوتے ہیں، یا جن میں مسلّم اکابرینِ امت کا تمسخر اور ان کے بارے میں نازیبا کلمات کہے جاتے ہیں یا وہ بازاری عنوانات جو نالنستا آپ کی فکرِ صائب اور عقلِ سلیم کی پیداوار ہیں۔

مزید کہتے ہیں: ''پھر کہتے ہیں کہ صحابہ فارغ نہ تھے۔ یہ بھی جھوٹ ہے الخ'' یہ بھی غلط بیانی اور

(بقیہ اگلے صفحہ)

ـــ مذہب بنانا جائز نہیں

براہِ راست قرآن و حدیث سے اخذ کرکے کسی کو نیا مذہب اختیار کرنے کی اجازت نہیں، کیوں کہ علوم و ـــــ سے جو دسترس نہ رکھنے والا ایک دو حدیثوں کو دیکھ کر کوئی رائے قائم کرے گا، مثلاً: بول قائماً کی حدیث دیکھ کر ـــ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت ہے، وضوء مما غیرت النار کی حدیث دیکھ کر حکم لگائے گا کہ گوشت کھانے کے بعد ـــ چاہیے وغیرہ۔ اسی لئے کسی کو اجازت نہیں کہ نیا مذہب بنائے بلکہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کو ـــ ہے۔ اگر کوئی اپنے علم کے زور پر دعویٰ کرے کہ یہ باتیں عوام کے لئے ہیں اور میں مجتہد ہوں، مجتہد کے لئے ـــ جائز نہیں۔ میں اپنا مذہب بناتا ہوں تو اس کا جواب علامہ ابن خلدون نے کافی پہلے دیا ہے۔

"ومدعي الاجتهاد لهذا العهد مردود على عقبه ومهجور تقليده، وقد صار أهل الإسلام ـــ على تقليد هؤلاء الأئمة الأربعة"(۱).

''اس زمانے میں جو بھی دعویٰ اجتہاد کرے گا اس کا دعویٰ ناقابل قبول ہوگا اور نہ ہی اس کی تقلید کی جائے گی، کیوں کہ اب اہل اسلام صرف ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں''۔

فرماتے ہیں اہل اسلام تو ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں، اگر تقلید شرک و بدعت ہے تو اہل اسلام سب کے

ـــ سے آگے) تاویل القول بمالا یرضی بہ قائلہ کے قبیل سے ہے۔ مذکورہ عبارت کو غور سے ملاحظہ کیا جائے تو مولانا کا یہ ـــ جھوٹ ہے۔

پھر لکھتے ہیں: تیسرے یہ کہ امام ابوحنیفہ نے کہاں اصول و فروع مدون کیئے ہیں؟ یہ خالص جھوٹ ہے۔ اصول میں سرے ـــ کتاب ہی نہیں''۔ مولانا چاہتے ہیں کہ ہم ان کی من چاہی دلیل پیش کریں اور ان کا ہر وہ مطالبہ پورا کریں جس کی ان کو ـــ کوئی سرے سے امام صاحب کے متعلق بانی مذہب حنفی ہونے کا انکار کرے اور دلیل میں مولانا ہی کی بات پیش کرے کہ ـــ کون سی تصنیف ہے؟ یا کسی صحابی کی روایت مروی نہ ہونے کی بنا پر اس کی صحابیت ہی کا انکار کرے تو یہ ہٹ دھرمی ہے۔

مزید لکھتے ہیں: ''یہاں کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کرام کے مذہب کی پیروی نہیں کرنی چاہیے، کیوں کہ ان کا کوئی مذہب نہیں، ـــ اقوال ہیں نہ کوئی فتوی ہے جس کی اتباع اور تقلید کی جائے...... اور یہ بھی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے اقوال حجت ہیں۔ ففی ـــ الجمعة: والحاصل أن قول الصحابی حجة يجب تقليده عندنا"۔

صحابہ کرام کا قول حجت ہے اور صحابہ کرام کا باقاعدہ مذہب مدون نہیں دونوں میں واضح فرق کے باوجود یہ اشکال سمجھ سے ـــ تجاہل عارفانہ ہے۔

(۱) ـــ ابن خلدون، الفصل السابع في علم الفقه: ۱/۴۴۸، مؤسسة الأعلمي، بيروت).

سب مشرک و بدعتی ؟؟(۱)

(۱) اس عبارت میں بھی مولانا کو دجل کے آثار نظر آئے ، لہذا فرماتے ہیں (۱۴۱): اس عبارت میں بہت دجل ہے: کہتے ہیں کہ ق
وحدیث سے براہ راست اخذ کی اجازت نہیں ۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ کس نے منع کیا ہے؟ اگر آپ کی اجازت نہیں تو آپ کون ہوتے
کیا قرآن وحدیث صرف امام ابوحنیفہ کے لئے وقف ہیں یا چاروں اماموں کے لئے؟ کیا باقی امت کے لئے نہیں۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ جہاں مولانا کو دجل نظر آتا ہے وہاں بے اختیاری میں خود دجل کا ارتکاب کر جاتے ہیں ۔
عبارت میں علت بھی موجود ہے کہ علوم وفنون پر پختہ دسترس الخ

ثانیا: شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی آنے والی عبارت میں خود مولانا نے ایک تصحیح کر کے جو بات کی وہ یہ ہے کہ بالکلیہ تمام مذاہب
چھوڑ دینا کہ ان میں سے کسی بھی مسئلے کو نہ لیا جائے اور ایک علیحدہ مذہب بنایا جائے ۔ ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث نے تو کبھی ایسا نہیں
بلکہ جیسا گزر چکا ہے کہ عام مسائل چار مذاہب میں موجود ہیں ۔ (۱۴۴).

یہی بات ہم کریں تو قابل اعتراض اور مولانا کریں تو تحقیق!

• علاوہ ازیں جن چار مذاہب میں آپ کے مسائل موجود ہیں وہ تو آپ کی تحقیق کے مطابق بدعت ہیں کہ صحابہ کرام رضی
اللہ علیہم اجمعین یا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حکم نہیں دیا تو یہاں آپ کو نیچے اترنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی ۔
مذہب کی بنیاد بدعات وخرافات سے پر مذاہب پر رکھی۔

ثالثاً: غیر مجتہد کے لئے اس بات کی ممانعت بدیہی اور اظہر من الشمس ہے ۔ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ۔
مجتہد کا مبلغ علم، قوت استنباط خود اسے اس میدان میں بڑھنے سے روکتے ہیں ۔ اور کسی نے یہ دعوی نہیں کیا کہ اجتہاد صرف امام
ائمہ اربعہ کا حق ہے ۔ ان کے علاوہ بھی باقی مجتہدین گزرے اور ان کے مذاہب پر بھی کچھ عرصے تک عمل ہوتا رہا۔

شعرانی کی جس بات کو آپ ہمارے خلاف دلیل جان رہے ہیں اس قسم کی بات خود تحفۃ المناظر میں جواب دعوی کے
میں موجود ہے ۔ اور یہ اختلاف ازمنہ کی وجہ سے ہے ۔ پہلے زمانے میں دین داری غالب اور خواہشات نفسانی مغلوب تھیں ا
پابندی کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی ، اسی لئے حضرات علمائے کرام نے بھی عبارات میں مسئلے کو مطلق لکھا ۔ لیکن بعد میں خواہشات
نفسانی کی پیروی سے بچنے کے لئے کسی خاص مذہب کی پابندی لازمی قرار دی گئی جیسا کہ تقلید شخصی کے عنوان میں مذکور عبارات سے
بات واضح ہے۔

علی سبیل التنزل اگر ابن خلدون کی بات قرآن نہیں تو علامہ شعرانی رحمہ اللہ کی بات بھی کوئی قرآن نہیں جس سے آپ ہمیں
الزام دے رہے ہیں۔

اجتہاد پر لا حاصل بحث کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کس قسم کے اجتہاد کے متعلق بند ہونے کا دعوی کیا گیا
اجتہاد مطلق بند ہے یا اجتہاد مقید اور اجتہاد جزئی کی بھی اجازت نہیں ۔ اگر کسی نے مطلقا اجتہاد کے متعلق بند ہونے (بقیہ اگلے صفحے پر)

سبب اربعہ سے اعراض میں فتنہ وفساد ہے

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اعلم أن فی الأخذ بهذه المذاهب الأربعة مصلحة عظیمة، وفی الإعراض عنها کلها مفسدة کبیرة" (۱)۔

دین نام ہی اطاعت کا ہے کہ اللہ اور اللہ کا رسول جو کچھ کہے اسے قبول کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ہے، جہاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سے آگے) کا دعویٰ کیا تو وہ کوئی قرآن نہیں ایک رائے ہے، بعد والے اس سے اختلاف کر سکتے ہیں اور کیا بھی ہے۔ اس سے آپ کو کون سی دلیل ملی؟ آپ کے گمان میں مذہب اس کو کہتے ہیں کہ جہاں تمام علماء کی ایک ہی رائے ہو اور کسی کو کسی بھی چیز میں اختلاف کرنے کی اجازت نہ ہو تو مذہب کی یہ تعریف آپ اپنے مذہب پر فٹ کر سکتے ہیں مذہب حنفی یا باقی مذاہب ثلاثہ پر نہیں۔

مذہب حنفی اور باقی مذاہب میں اصول اور فروعات، استنباط و تخریج، تصحیح و ترجیح وغیرہ میں حضرات علماء کا اختلاف اور ان کی مختلف آراء موجود ہیں۔ آپ اس اختلاف کو دلیل بنا کر اپنی داستان میں مزید رنگ بھر سکتے ہیں، لیکن یہ سوائے اوراق سیاہ کرنے کے کچھ بھی نہیں۔

صفحہ ھذا (۱) (عقد جید: ۵۳، قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی)۔

یہ عبارت نقل کرنے میں لفظ "کلہا" چھوٹ گیا تھا، جس پر مولانا امین اللہ پشاوری صاحب کافی برہم ہیں اور کہتے ہیں: منظور صاحب نے تحریف کا ارتکاب کیا۔ جب ہدف اعتراض اور دوسروں کی تذلیل ہو تو مناسب تعبیر کے بجائے اسی قسم کی تعبیر اختیار کی جاتی ہے۔ ہمیں مولانا سے اس کا گلہ نہیں، کیوں کہ وہ اپنی فطرت و عادت سے مجبور ہیں۔ البتہ مولانا کی اس تصحیح پر ہم ان کے شکرگزار ہیں جس لفظ کے چھوٹنے کی انہوں نے نشان دہی اسے عبارت میں داخل کر دیا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جب اس لفظ کی موجودگی میں اور اس کے بغیر اس جملے کی تشریح میں کوئی فرق نہیں، کیوں کہ مسئلے کا موضوع ہے کہ مذاہب اربعہ سے اعراض میں فتنہ وفساد ہے۔ یہ نہیں کہا کہ حنفیت سے اعراض فتنہ وفساد ہے تو خواہ مخواہ تحریف کا دعویٰ درست نہیں۔ علاوہ ازیں مولانا خود اقرار کر رہے ہیں کہ ہمارے عام مسائل چار مذاہب میں موجود ہیں تو سوال یہ ہے کہ آپ کے تمام مسائل بھی تو وہی مسائل ہیں جن پر متاخرین کا بنا ہے اور آپ نے ص: (۱۳۲) پر متاخرین کے تمام مسائل کو خرافات، بدعت سے تعبیر کیا۔ کیا آپ کے عام مسائل بھی اس صفت سے متصف ہیں؟ اگر نہیں تو متاخرین کو الزام دینے کا کیا معنیٰ؟ یا فطرت سے مجبور ہیں۔ نیز بقول آپ کے آپ کے عام مسائل چاروں مذاہب میں موجود ہیں تو یہ تقلید ہے تحقیق نہیں۔ اگر یہی تقلید کوئی دوسرا کرے تو مورد طعن بنے، آپ کریں تو قابل فخر! آپ کو چاہیے کہ مذاہب اربعہ سے ہٹ کر براہ راست قرآن وسنت سے استنباط کریں۔ آخری بات یہ ہے کہ جس طرح شاہ صاحب کی عبارت ایک رائے ہے، اسی طرح علی سبیل التسلیم تقلید کے مخالفین کی عبارات حجت بھی ایک رائے کی ہے۔ انہیں آپ بطور حجت کیوں پیش کرتے ہیں؟

خواہش غالب اور احکام خداوندی کی تکمیل مغلوب ہو وہ دین نہیں، اور مذاہب اربعہ کو چھوڑنے میں نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے۔ مثلاً: غصے میں تین طلاقیں دے دیں ائمہ اربعہ کے نزدیک تینوں واقع ہوگئیں، لہٰذا غیر مقلدیت اختیار کرلی اور تین ایک ہے کا فتویٰ حاصل کرلیا، یہاں ترجیح اتباع نفس کی وجہ سے ہے، دین تابع اور نفس متبوع۔

اسی طرح سرد علاقے میں وضو کرنا دشوار ہے، حنفیہ کے نزدیک خون نکلنا ناقض وضو ہے، لہٰذا مذہب شافعی کو ترجیح دی کہ وضو نہیں ٹوٹا، پھر مس المرأۃ کا تحقق ہوا شوافع کے نزدیک وضو ٹوٹ گیا، لہٰذا حنفیت کو اختیار کیا۔

چوری میں ہاتھ کٹنے کا مسئلہ ہے اپنا رشتہ دار تھا تو حنفیت کو اختیار کیا کہ نصاب قطع دس درہم ہیں، کسی دشمن نے چوری کی تو مالکی مذہب راجح نظر آیا۔ وقس علیہ البواقی۔ نفس تو رخصت تلاش کرتا ہے جب کسی مذہب معین کا پابند نہیں ہوگا تو پھر دین، دین نہیں رہے گا۔(۱)

مذاہب اربعہ کی تقلید سواد اعظم کی تقلید ہے

اگر علماء کے اختلاف سے پریشان ہے کوئی ایک بات کہتا ہو تو دوسرا اس کے خلاف کوئی اور حکم دیتا ہے تو اس طریقے پر عمل پیرا ہو جس پر مومنین کی اکثریت عمل پیرا ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: "ولما اندرست مذاهب الحقة إلا هذه الأربعة كان اتباعها اتباعا للسواد الأعظم"(۱). جب باقی مذاہب حقہ ناپید اور ختم ہوگئے اور یہی مذاہب اربعہ باقی ہیں تو ان کا اتباع ہی سواد

---

(۱) یہاں بھی مولانا امین اللہ صاحب نے ص: (۱۳۰) پر حسب عادت تناقض ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ لکھتے ہیں: حضرت صاحب اپنے تحفہ میں لکھتے ہیں مذاہب اربعہ سے اعراض فتنہ وفساد ہے۔ پھر لکھتے ہیں: مذاہب اربعہ کی تقلید سواد اعظم کی تقلید ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اولاً آپ تو تین مذاہب کو چھوڑ چکے ہیں، تذکرہ چار کا کرتے ہیں اور تقلید ایک کی کرتے ہیں۔ ان کے کلام میں بڑا تناقض ہے۔ آپ ذرا غور کیجئے۔ پھر مسلم الثبوت کی عبارت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ دیگر علماء کی بات بھی مانی جا سکتی ہے۔

جس غور کا مشورہ مولانا دوسروں کو دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ اپنے لئے بھی رکھتے تو بات واضح تھی۔ یہاں دو الگ الگ مسئلے ہیں اور دونوں کا اثبات الگ الگ عبارات سے ہوتا ہے۔ پہلا مسئلہ مطلق تقلید کا ہے کہ مطلق تقلید ضروری ہے کہ اس کے سوا چارہ کار نہیں، کیوں کہ ہر ایک میں اجتہاد کی صلاحیت کا نہ ہونا بدیہی اور فطری امر ہے۔ لہٰذا مطلق تقلید کے جواز واثبات کی تائید کے لئے ان عبارات کو پیش کیا۔ اور دوسرا مسئلہ تقلید شخصی کا ہے جو خاص ہے اور جس کے دلائل الگ سے ذکر کئے گئے۔

(۲) (عقد الجيد: ٥٦، قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی).

...ہے۔

...علم جب تقلید کے قائل ہے تو پھر تقلید کو شرکت و بدعت قرار دینا پوری امت کو مشرک و متبدع قرار دینا

...سنت کے خلاف ہے۔(۱)

تقلید سے مفر نہیں

...کے لئے تو تقلید کرنا ویسے ہی لازم ہے لیکن اگر بڑا عالم ہے مگر اجتہاد کی صلاحیت نہیں تو اسے بھی تقلید

... پشاوری صاحب دسواں مسئلہ ا ر تحقیق کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں: احناف کہتے ہیں کہ مذاہب اربعہ کی تقلید

... سے خروج جائز نہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان چار مذاہب میں تین مذاہب کی تقلید جائز نہیں اور اگر کسی نے ایسا کیا

... ارتکاب کیا، اس کو تعزیر دی جائے گی، بلکہ حنفی کا شافعی لڑکی سے نکاح جائز ہے اور شافعی کا حنفی لڑکی سے نکاح جائز

... چاروں مذاہب کو حق سمجھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ تین برحق نہیں۔ اگر یہ تعارض نہیں تو پھر تعارض کس چیز کا نام ہے؟

... مذہب علی سبیل التحقیق مذموم نہیں محمود ہے۔ اگر صفتِ اجتہاد سے موصوف کوئی عالم اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اپنے

... کر دوسرا مذہب اختیار کرنے تو چونکہ یہ انتقال بنا بر دلیل ہے، لہذا اسے منع نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کی تعریف کی

... حضرات جو اس صفت سے متصف نہیں اور ان میں کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں تو ان کا انتقال یقیناً اور بداہتاً خواہش

... کے علاوہ کچھ نہیں، اسی لئے مذاہب و دین کو کھلونا بنانا اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کرنا تعزیر کا

... پر حوالہ عبارات دلالت کرتی ہیں۔

... کا شافعی کے ساتھ نکاح جائز نہیں یہ عبارت احناف کی کتابوں میں نہیں البتہ لا ینبغی کے الفاظ موجود ہیں جو

... میں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مذاہب کے اختلاف کی وجہ سے ممکن ہے کہ عائلی زندگی میں بھی اختلاف واقع ہو، اسی

... سے تعبیر کیا۔ فتاوی بزازیہ کی عبارت قال الإمام السفكردی : لا ينبغی للحنفی أن يزوج بنته شافعی

... امین اللہ پشاوری صاحب کا تبصرہ "پس دیکھئے اہل کتاب سے بھی بڑا کافر سمجھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ چاروں

... انصاف اور دیانت کی دھجیاں بکھیرنا ہے۔

... امین اللہ پشاوری صاحب! خدارا محض ضد و عناد اور اپنی ریاست و سیادت کو قائم رکھنے کے لئے اس قسم کے الزامات

... دلیل کی بنا پر آپ احناف کی طرف یہ منسوب کر رہے ہیں کہ شوافع یا باقی مذاہب کے پیروکاروں کو کافر سمجھتے ہیں یا

... جناب کی پیداوار ہے؟ اسی طرح باقی عبارات کے متعلق بھی اپنے اجتہاد کو بروئے کار لاتے ہوئے اس قسم کے

... دیانت اور انصاف کے سراسر خلاف ہیں۔

رہنا ہوگی۔(۱)

علامہ آمدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "العامی ومن لیس له أهلية الاجتهاد وإن كان محصلاً لبعض العلوم المعتبرة في الاجتهاد يلزمه اتباع قول المجتهد"(۲).

"علوم دینیہ سے نابلد اور وہ شخص جس نے علوم دینیہ تو حاصل کئے لیکن اس میں اجتہاد کی صلاحیت نہیں ان پر مجتہد کا اتباع لازم ہے"۔

"كذلك من لم يبلغ درجة الاجتهاد وإن كان محصلاً لبعض العلوم المعتبرة يلزمه اتباع قول مجتهد من المجتهدين والأخذ بفتواه"(۳).

"جس عالم کی رسائی درجہ اجتہاد تک نہ ہو اگرچہ وہ بعض علوم کی ابجد سے واقف ہے پھر بھی کسی مجتہد کی تقلید اس پر لازم ہے"۔

اکابرین امت بھی مقلد تھے

امام بیہقی جیسا محدث جب مقلد ہے تو آج کل کے محققین کیسے اپنے کو تقلید سے مستغنی سمجھتے ہیں؟ "وأما البيهقي فكان على مذهب الشافعي منتصراً له في عامة أقواله"(٤). امام بیہقی شافعی المذہب تھے امام شافعی کے عام اقوال میں ان کی طرف سے دفاع کرتے تھے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ان مقلدین کے نام گنواتے ہیں جو اصحاب علم وفضل ہونے کے باوجود تقلید سے مستغنی نہیں: "وبعضهم أصحاب مالك كعبد الله بن وهب وعثمان بن كنانة وأشهب وابن عبدالحكم

---

(۱) اس عبارت پر مولانا امین اللہ پشاوری صاحب لکھتے ہیں: "تو دیکھئے تقلید عوام پر کیا علماء پر بھی واجب کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں اجتہاد کیا چیز ہے؟ جس کو آپ نے عنقا بجدر کھا ہے کہ صرف امام صاحب اس پر قادر ہیں اور کوئی قادر نہیں"۔

یہ اعتراض از خود غلط ہے۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ اجتہاد کی صلاحیت سے متصف نہ ہونے کی وجہ سے براہ راست نصوص سے استنباط نہیں کیا جا سکتا لہٰذا تقلید تو کرنی پڑے گی اور اجتہاد کے متعلق کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ صرف امام صاحب اس پر قادر تھے ان کے علاوہ کوئی قادر نہیں۔

(۲) (الإحكام في أصول الأحكام، المسئلة الثانية: ١٩٧/٤، مؤسسة الحلبي، القاهرة).

(۳) (اتحاف ذوي البصائر: ٦٣٠). (٤) (مجموعة الفتاوى: ٢٦/٢٠، مكتبة العبيكان).

حیهم تقليد مالك وتقليد الشافعي"(١).

امام ابوداؤد محدث عظیم ہونے کے باوجود امام احمد حنبل سے تعلق رکھتے ہیں: "ومنهم من له اختصاص لأئمة كاختصاص أبي داود ونحوه بأحمد بن حنبل"(٢).

"بعض محدثین کا ائمہ سے خاص تعلق ولگاؤ ہے جیسے امام ابوداؤد کو امام احمد بن حنبل سے خاص لگاؤ تھا"۔(۳)

مجتہد کے لئے تقلید کا حکم

مجتہد کے لئے تقلید کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مشہور ہے کہ لا يقلد مجتهد مجتهداً، امام الحرمین اور دیگر علماء نے اسے اختیار کیا لیکن یہ صرف ان مسائل کے متعلق ہے جن تک مجتہد کی رسائی ہوئی ہے اور جن مسائل میں مجتہد کما حقہ تحقیق نہ کر سکا تو ان میں کسی اور مجتہد کی تقلید جائز ہے، امام مالک مجتہد ہیں لیکن ایک دفعہ چالیس مسئلے پوچھے گئے تو صرف چھ کا جواب دیا اور چھتیس کے بارے میں فرمایا: "لا ادری"۔ لہٰذا ایسے مسائل میں کسی اور مجتہد کی تقلید جائز ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فأما القادر على الاجتهاد فهل يجوز له التقليد؟ هذا فيه خلاف والصحيح أنه يجوز حيث عجز عن الاجتهاد"(٤).

"جس عالم کی رسائی درجہ اجتہاد تک ہو، اس کے لئے تقلید کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، صحیح قول یہ ہے کہ جس مسئلہ میں وہ اجتہاد سے عاجز ہو جائے اس میں کسی کی تقلید کر سکتا ہے"۔(۵)

---

(۱) إعلام الموقعين، فقهاء مصر: ١/٢٢، دار الكتب العلمية بيروت).

(۲) مجموعة الفتاوى: ٢٠/٢٥، مكتبة العبيكان).

(۳) ان عبارات کے متعلق مولانا امین اللہ پشاوری صاحب، ص: (۱۰۴-۱۰۵) پر تناقض ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کبھی ان کو مقلد اور کبھی مجتہد لکھتے ہیں: جواب یہ ہے کہ ہماری تحقیق یہی ہے جو ہم نے لکھی۔ اگر کسی کی تحقیق اس کے خلاف ہے اور وہ مجتہد قرار دیتا ہے تو یہ اس کی رائے ہے کوئی قرآن نہیں کہ اس کے ذریعے سے ہمیں الزام دیا جائے۔

(۴) مجموعة الفتاوى: ٢٠/١١٣، مكتبة العبيكان).

(۵) مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق مولانا امین اللہ پشاوری صاحب نے مختلف عبارات نقل کیں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اتباعِ نفس جائز نہیں

اتباعِ نفس اور خواہشات کی پیروی حرام ہے اور حرام کی ضد واجب ہے اور یہ واجب عادتاً تقلید شخصی پر موقوف ہے اور مسلم قاعدہ ہے کہ ما یتوقف علیه الواجب فهو واجب، لہٰذا تقلید شخصی واجب ہے۔

نیز جب غیر مقلدین کے اکابر تقلید مطلق کو تسلیم کرتے ہیں تو مطلق من حیث أنه مطلق کا کوئی وجود نہیں ہوتا بلکہ مطلق کا وجود خارج میں افراد کے ضمن میں ہوتا ہے، اس لئے کسی نہ کسی کی تقلید کرنی ہوگی اور خارج میں کوئی متبع ہوگا اور آپ متبع، لہٰذا تقلید شخصی پھر بھی متحقق ہو جائے گی۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اسی ایک کی تقلید کرو خواہشات پر عمل نہ کرو کہ اپنی مرضی کے مطابق ایک حکم مذہب شافعی سے تو دوسرا حنبلی سے لیا، کیونکہ یہ بھی جائز نہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فیکونون في وقت يقلدون من يفسده، وفي وقت يقلدون من يصححه بحسب الغرض والهوى، ومثل هذا لايجوز باتفاق الأئمة"(۱).

اس کو تتبع رخص کہا جاتا ہے جو کہ حرام ہے کیونکہ دین تابعداری وفرمانبرداری کا نام ہے، اس میں مرضی کا دخل نہیں اور یہ آزادی تقلید شخصی نہ ہونے کی وجہ سے ہے، اس لئے کسی ایک امام کے مسلک کا پابند کیا جائے گا۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اسی آزادی کے مفاسد کو بیان فرماتے ہیں: "لأن ذلك يفتح باب التلاعب بالدين وفتح للذريعه

---

(۱) (مجموعة الفتاوى: ۶۶/۳۲، مکتبة العبيكان)۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) اور مذکورہ عبارت کو باقی عبارات کے خلاف قرار دیتے ہوئے لکھا (۱۰۱): سو دیکھیے منظور صاحب نے اپنے بڑوں کی ساری باتیں چھوڑ دیں اور امام ابن تیمیہ کی تقلید کرنے لگے اور کوشش کر رہے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی تقلید ثابت کریں۔ یہ کیا ہے؟ جب کہ یہ گزشتہ حوالہ جات نہیں دیکھ رہے ہیں جو ہم نے احناف اور دیوبندیوں کی کتابوں سے پیش کئے۔

جواب یہ ہے کہ کسی اختلافی مسئلے میں مختلف اقوال ہوتے ہیں ان مختلف اقوال کی وجہ سے کسی کو الزام دینا درست نہیں۔

ثانیاً: یہ عبارات کوئی قرآن تو نہیں، بلکہ آراء ہیں۔ اور آپ کو یہ حق کس نے دیا کہ ہم سے کسی اور کی عبارت تسلیم کروانے کی کوشش کریں۔ ہماری تحقیق یہی ہے جو ہم نے بیان کی۔ اگر آپ کو اس پر اشکال ہے تو مختلف عبارات جو اس مسئلے کے متعلق آرہی ہیں ان سے ہٹ کر قوی دلائل کے ذریعے ہمارے دعویٰ اور تحقیق کی تردید کریں۔

ثالثاً: تقلید کی تعریف اور اس کے مصداق میں ہر صفحے پر تبدیلی کی ضرورت آپ کو کیوں محسوس ہو رہی ہے؟ اگر کسی کی عبارت نقل کرنا اس کی تقلید کرنا ہے تو اس طرح کی تقلید تو آپ بکثرت کر رہے ہیں، بلکہ آپ نے تو احمد یار خان نعیمی صاحب کو بھی اپنا مقتدا بنایا ہے۔

ـ حَـ لتحليل والتحريم بحسب الهوى"(۱).

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لو جاز اتباع أی مذهب شاء لأفضى إلى أن يلتقط رخص المذاهب متبعا هواه، ويتخير بين التحليل والتحريم والواجب والجواز، وذلك يؤدي إلى انحلال ربقة التكليف بخلاف العصر الأول؛ فإنه لم تكن المذاهب الوافية بأحكام الحوادث مهذبة، فعلى هذا يلزمه أن يجتهد في اختيار مذهب يقلده على التعيين"(۲).

"اگر یہ جائز ہوتا کہ جس مذہب کی تقلید کرنی ہے کر سکتے ہیں، تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ نفس و خواہشات کی پیروی میں مختلف مذاہب سے رخصتوں کو تلاش کیا جاتا، تحلیل و تحریم، واجب و جائز میں سے جس کو بھاتا اسی کو اختیار کیا جاتا تو اس طرح شریعت کی پابندی سے بھی آزادی مل جاتی، صحابہ و تابعین کے زمانے میں ایک امام کی تقلید موجودہ شکل میں اس لئے نہیں تھی کہ اس وقت مذاہب پوری طرح منقح نہیں تھے، اب جب کہ مذاہب واضح و منقح ہو گئے اور ماقبل میں ذکر کئے گئے خطرات بھی موجود ہیں اس لئے غیر مجتہد کے لئے لازم ہے کہ کسی مذہب معین کی پیروی کرے"۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ومتى خيرنا المقلدين في مذاهب الأئمة لينتقوا منها أطيبها عندهم لم يبق مرجع إلا اتباع الشهوات في الاختيار، وهذا مناقض لمقصود وضع الشريعة"(۳).

"اگر مقلدین کو یہ اختیار ملتا کہ ائمہ کے مذاہب میں سے جس مسئلے کو چاہیں اختیار کر سکتے ہیں تو اس کا حاصل سوائے نفس و خواہشات کی پیروی کے کچھ نہ ہوتا اور یہ مقاصد شرع کے خلاف ہے"۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "إن مثل هذه الالتزامات لكف الناس عن تتبع الرخص"(٤).

"ایک امام کی تقلید لازم ہے، اس قسم کی پابندیاں اس لئے لگائی گئیں تا کہ لوگ نفس و

---

(۱) مجموعة الفتاوى: ۶۶/۳۲، مكتبة العبيكان).

(۲) شرح المهذب، فصل في آداب المستفتي: ۸۸/۱، دار الفكر بيروت).

(۳) الموافقات: ۸۲/٤، المسألة الثالثة في بيان أن الشريعة كلها ترجع إلى أقوال واحدة في الفروع.

(٤) فيض القدير: ٤٠٣/٢، مكتبة نزار مصطفى الباز).

خواہشات کی پیروی میں رُخص تلاش نہ کرتے پھریں''۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وقد حكى ابن حزم الإجماع على أن ذلك [أى تتبع الرخص في المذاهب] فسق لا يحل" (۱).

''علامہ ابن حزم نے اجماع نقل کیا ہے کہ مذہب میں رُخص تلاش کرنا فسق ہے جو کسی صورت جائز نہیں''۔

خلاصہ کلام جب عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ تتبع رخص حرام ہے اور اس کا دروازہ تقلید شخصی سے ہی بند ہے اس لئے تقلید شخصی واجب ہوگی کیونکہ قاعدہ ہے اور علامہ ابن تیمیہ نے اس قاعدے کو بکثرت استعمال کیا ہے: إيجاب الشيء يوجب تحريم ضده، وتحريم الشيء يوجب إيجاب ضده. اگر کوئی چیز واجب ہو تو جانب مخالف میں وہ حرمت کو ثابت کرے گی جیسا کہ اقامۃ الصلوۃ اور ایتاء الزکوۃ فرض ہے تو جانب مخالف ترک صلوۃ وعدم ایتاء حرام ہے اور جہاں کوئی چیز حرام ہو تو جانب مخالف میں وہ وجوب کو ثابت کرے گی۔ ﴿لا تقربوا الزنى﴾ : حرام ہے لأن النهي يقتضي حرمة المنهي عنه جانب مخالف ترک زنا واجب ہے، شرک منہی عنہ ہے تو جانب مخالف توحید واجب ہے، تتبع رخص حرام ہے، لہٰذا ترک تتبع رخص واجب ہے اور ترک تتبع رخص عادتاً بغیر تقلید شخصی حاصل نہ ہوگا، ایک امام آپ کو پابند رکھے گا، اسی لئے تقلید شخصی کو واجب کہا جاتا ہے۔

فروعات میں منع تقلید کا وبال

چلو مان لیا کہ تقلید شخصی واجب نہیں ہر ایک خود تحقیق کرے اور مجتہد بن جائے تو آپ بتائیں کہ غیر مقلدین میں اب تک کتنے مجتہدین گزرے ہیں؟ غیر مقلدین ڈرتے ہیں اور اپنے کسی مجتہد کا نام نہیں لیتے، یا پھر سب سے کہا جائے کہ دنیاوی کاروبار وغیرہ چھوڑ کر مدرسوں میں پڑھو اور خود تحقیق کرو۔ علامہ خطیب بغدادی نے بہت اچھے انداز میں اسے بیان فرمایا: "لو منعنا التقليد في هذه المسائل التي هي من فروع الدين لا حتاج كل أحد أن يتعلم ذلك، وفي إيجابه قطع عن المعايش وهلاك الحرث والماشية، فوجب أن يسقط" (۲).

---

(۱) (الموافقات: ٨٤/٤، المسألة الثالثة، مكتبة محمد على صبيح أزهر).

(۲) (الفقيه والمتفقه، باب الكلام في التقليد وما يسوغ منه وما لا يسوغ: ٦٨/٢، عباس أحمد الباز بمكة).

"اگر ان فروعات میں تقلید سے روکا جائے تو اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ ہر ایک پر تمام مسائل کا علم حاصل کرنا لازم ہوگا، اور اس میں نظام زندگی معطل ہو جائے گا (کیونکہ جب سب علم حاصل کرنے لگ جائیں تو باقی کام کون سنبھالے گا) لہٰذا یہ بات ہی درست نہیں کہ فروعات میں تقلید سے روکا جائے"۔

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وأما التقليد في الفروع فهو جائز إجماعاً فكانت الحجة فيه الإجماع، ولأن المجتهد في الفروع إما مصيب وإما مخطئ مثاب غير مأثوم بخلاف ما ذكرناه، فلهذا جاز التقليد فيها بل وجب على العامي ذلك، وذهب بعض القدرية إلى أن العامة يلزمهم النظر في الدليل في الفروع أيضاً وهو باطل بإجماع الصحابة؛ فإنهم كانوا يفتون العامة ولا يأمرونهم بنيل درجة الاجتهاد، وذلك معلوم على الضرورة والتواتر من علمائهم وعوامهم، ولأن الإجماع منعقد على تكليف العامي الاحكام، وتكليفه رتبة الاجتهاد يؤدي إلى انقطاع الحرث والنسل وتعطيل الحرف والصنائع، فيؤدي إلى خراب الدنيا، ثم ماذا يصنع العامي إذا نزلت به حادثة إن لم يثبت لها حكم إلى أن يبلغ رتبة الاجتهاد فإلى متى يصير مجتهداً، ولعله لا يبلغ ذلك أبداً، فتضيع الأحكام، فلم يبق إلا سوال العلماء، وقد أمر الله تعالى سوال العلماء في قوله تعالى: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ قال أبو الخطاب: ولا يجوز التقليد في أركان الاسلام الخمسة ونحوها مما اشتهر ونقل نقلاً متواتراً؛ لأن العامة شاركوا العلماء في ذلك فلا وجه للتقليد"(۱).

منکرین کے اعتراضات

حضرت رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اتبعوا ما أنزل إليكم من ربكم ولا تتبعوا من دونه أولياء﴾ [الأعراف: ۳].

"تم لوگ اس کتاب کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو"۔

---

(۱) روضة الناظر وجنة المناظر: ۲۰۶، أحمد الباز مكة)

ماأنزل کااتباع کرواور یہ صرف دو چیزیں ہیں: قرآن، حدیث۔ ان کے علاوہ کسی کا اتباع نہ کرو۔

جواب یہ ہے کہ اتباع اور تقلید دونوں ایک ہیں اور ان میں اتحاد ہے یا دونوں الگ الگ ہیں؟ اگر آپ
کے قائل ہیں تو آپ لا مذہب اور مذہب غیر مقلدیت سے خارج ہو گئے، اس لئے کہ کسی بھی غیر مقلد نے ا
نہیں کیا۔ اگر آپ ان کے تباین کے قائل ہیں کہ اتباع الگ اور تقلید الگ ہے تو ہم کہتے ہیں کہ آیت میں
ہے لاتتبعوا تقلید کی نفی نہیں لا تقلدوا "ونفی أحد المتغايرين لا يستلزم نفي الآخر".

اسی طرح "لاتتبعوا" نہی از قبیل حکم ہے یا دلیل، حکم اور دلیل میں فرق ہوتا ہے۔ أقيموا الصلوة حکم
دلیل أقيموا الصلوة!! أتوا الزكوة حکم اور دلیل أتوا الزكوة!! أقيموا الصلوة حکم بھی ہو اور دلیل بھی یہ
لہٰذا "لاتتبعوا" تو نہی ہے اور نہی از قبیل احکام ہے، اسے آپ کس طرح دلیل بناتے ہیں۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن میں احکام زیادہ اور دلائل کم ہیں۔ اب اس بات کو متعین کرنا کہ یہ حکم
دلیل، مجتہد کا کام ہے اور آپ جیسوں کو ہم مجتہد تسلیم نہیں کرتے۔

"ماأنزل" ماموصولہ ہے: سواء كان جلياً أو خفياً أي: الكتاب والسنة، اگلا جملہ اس کا صلہ
قاعدہ ہے کہ صلہ میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو موصول کی طرف لوٹے، آیت میں ضمیر "من دونه" کی ہ
جو اسم موصول کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ "من دونه" میں حصر حقیقی ہے یا حصر اضافی
مراد لیں کہ سوائے ماأنزل کے کسی کا اتباع نہ کرو تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ماأنزل" میں داخل نہیں
ذات کا بھی اتباع نہیں ہوگا، حالانکہ ارشاد ربانی ہے: ﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني﴾ أي:
[آل عمران: ۳۱]. اسی طرح صحابہ کرام کے اتباع کی بھی نفی ہو جائے گی، جس کے قائل شاید آپ بھی نہ

اگر حصر اضافی ہے تو پھر مطلب یہ ہوگا ماأنزل کو لے لو اور غیر ماأنزل کو ترک کر دو، اس سے نبی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع کی نفی نہیں ہوگی، اسی طرح کسی امام ھدیٰ کے اتباع کی نفی بھی نہ ہوگی۔ لہٰذا
تقلید میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرا اعتراض

مقلدین کفار کی طرح قرآن وسنت کو پس پشت ڈال کر ائمہ کی بات مانتے ہیں: ﴿وإذا قيل
ماأنزل الله قالوا بل نتبع ما ألفينا عليه آباءنا أو لو كان آباؤهم لا يعقلون شيأ و

[۲]۔

"جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ حکم کا اتباع کرو تو یہ کہتے ہیں کہ ہم
کا حکم نہیں مانتے، بلکہ ہم اس رسم کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا کیا
یہ اپنے آباؤ اجداد کا اتباع کریں گے اگر چہ وہ عقل رکھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں"۔

جنب یہ ہے کہ کفار کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ حق کے مقابلے میں خودساختہ رسومات اور دین آباء کو ترجیح
ہے تھے ان کے آباء واجداد خود راہ راست سے بھٹکے ہوئے تھے۔ یہاں پر "لو" وصلیہ ہے اور "لو" وصلیہ
جیسے ﴿أینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة﴾ [النساء: ۷۸]. أی:
کائنین فی بروج مشیدة. اسی طرح یہاں بھی ہے: أیتبعون آباءهم حال کون آبائهم غیر
مهتدین"۔

یہاں بھی اتباع آباء کی مذمت ہے نہ کہ تقلید آباء کی، اگر آپ اسے مذمت تقلید پر پیش کرتے ہیں تو اس کا
یہ کہ آپ تقلید و اتباع کو ایک سمجھتے ہیں، جب کہ غیر مقلدین کا یہ مذہب نہیں، آپ نے غیر مقلدیت چھوڑنے
سے کیا؟ نیز اس بات سے ہمارا مدعا ثابت ہوگا کہ اتباع و تقلید ایک ہی چیز ہے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کا
یت (تقلید و اتباع) بالدلیل ہے یا بلا دلیل؟ اگر بلا دلیل ہے تو جو وعید آپ مقلدین پر چسپاں کرتے ہیں وہ
مستحق آتی ہے، اگر بالدلیل ہے تو آپ نے غیر مقلدیت کیوں چھوڑی؟ اسی طرح جب اس ایک مسئلے میں
مذہب قبول کرلیا تو باقی مسائل تقلیدیہ میں بھی آپ کو لیت ولعل سے کام نہیں لینا چاہیے۔

ہمارا مذہب غلط اور آپ کا مذہب (مغایرت اتباع و تقلید) درست تو پھر یہ واضح کریں کہ آیت میں
مذمت ہے یا مقلدین کی؟ اور ظاہر ہے کہ آیت میں "اتباع" کی مذمت کو بیان کیا گیا ہے، اس سے تقلید کی
یت ہوگی؟ اس لئے تغایر والی بات درست نہیں۔

بات یہ ہے کہ تقلید و اتباع دونوں میں اتحاد ہے یہی وجہ ہے کہ مفسرین اسی مقام پر تقلید کی بحث کو
ہر آیت مذکورہ میں اتباع مذموم کی مذمت ہے جسے ہم بھی مذموم کہتے ہیں۔ جس طرح تقلید کی دو قسمیں
تقلید مذموم، اسی طرح اتباع کی بھی دو قسمیں ہیں: اتباع محمود اور اتباع مذموم۔

مذموم جیسے مذکورہ آیت اور ﴿ومن یتبع خطوت الشیطن﴾ [النور: ۲۱]. اور اتباع محمود جیسے

٦۔اتباع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اتباع الصحابة ﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني﴾ [آل عمران: ٣١]. ﴿والذين اتبعوهم بإحسان﴾ [التوبة: ١٠٠].

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وفي هذه الآية رد على التقليد المذموم أي: تقليد الآباء في المعصية واتباع الهوى بمقابلة القرآن والسنة، وأما تقليد المجتهد فهو ليس بمذموم بل محمود- تقليد في الحق، والتقليد في الحق أصل من أصول الدين"(١).

''اس آیت میں تقلید مذموم پر رد کیا گیا ہے، تقلید مذموم جیسے معصیت میں آباء واجداد کی پیروی کرنا، قرآن وسنت کے مقابلے میں خواہشات کی پیروی کرنا وغیرہ، جہاں تک تقلید مجتہد کا مسئلہ ہے تو وہ مذموم نہیں بلکہ تقلید محمود ہے کیونکہ تقلید مجتہد حق میں تقلید ہے اور حق میں تقلید کرنا دین کے اصولوں میں سے ہے''۔

علامہ شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صرح العلماء بأن التقليد واجب على العامي؛ لئلا يضل في دينه والله أعلم. فقد بان لك يا أخي مما نقلناه عن الأئمة الأربعة وغيرهم أن جميع المجتهدين دائرون مع أدلة الشريعة حيث دارت، وأنهم كلهم منزهون عن القول بالرأي في دين الله، وأن مذاهبهم كلها محررةٌ على الكتاب والسنة كتحرير الذهب والجوهر"(٢).

اس آیت میں اس شخص پر رد ہے جس کا قول قرآن وسنت سے ہٹ کر ان کے مخالف ہو، رہا مجتہدین کا تو ان کی حالت اس قسم کی نہیں وہ اس میں داخل نہیں۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وأما اتباع الغير في الدين إذا علم بدليل ما أنه محق كالأنبياء والمجتهدين في الأحكام، فهو في الحقيقة ليس بتقليد مذموم بل اتباع بما أنزل الله تعالى"(٣).

''جب کسی کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہ حق پر ہے جیسے انبیاء وائمہ مجتہدین تو دینی معاملات میں ان کا اتباع تقلید مذموم نہیں بلکہ اللہ کے احکامات کی پیروی ہے''۔

---

(١) (كذا في الجامع لأحكام القرآن: ٢/١٤١، إحياء التراث العربي).

(٢) (الميزان الكبرى: ١/٦٢، مصطفى البابي الحلبي).

(٣) (بيضاوي: ٨٥، مصطفى البابي الحلبي مصر).

ـــ تمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اتباع الغیر فی الدین بعد العلم بدلیل ما أنہ محق تباع فی

ـــ ـ للہ تعالی، ولیس من التقلید المذموم بشیء"(١).

"دینی معاملات میں کسی کا اتباع کرنا جب کہ اس کے حق پر ہونے کا علم بھی ہو

ـ حقیقت اللہ کے احکامات کی پیروی کرنا ہے، تقلید مذموم کا اس سے کوئی ربط و جوڑ نہیں"۔

ـــ تن تیمیہ رحمہ اللہ تقلید مذموم کی وضاحت کچھ اس طرح کرتے ہیں: "فھذا الاتباع والتقلید التی ذمہ

ـــ ـ ـوی"(٢). اللہ رب العزت نے جس اتباع و تقلید کی مذمت کی ہے وہ خواہشات کی پیروی کرنا ہے۔

ـــ ـتے ہیں: "فکل من عدل عن اتباع الکتاب والسنۃ وطاعۃ اللہ والرسول إلی عادتہ

ـــ ـہ وقومہ فھو من أھل الجاھلیۃ المستحقین للوعید، وکذلک من تبین لہ فی مسئلۃ من

ـــ ـ لحق لذی بعث اللہ بہ رسولہ ثم عدل منہ إلی عادتہ فھو من أھل الذم والعقاب، وأما من

ـــ ـ معرفۃ حکم اللہ ورسولہ، وقد اتبع فیھا من ھو من أھل العلم والدین، ولم یتبین لہ أن

ـــ ـ من قولہ فھو محمود یثاب، لایذم علی ذلک ولایعاقب"(٣).

"جو کوئی بھی قرآن وسنت اور اللہ ورسول کی اطاعت چھوڑ کر اپنے آباء واجداد اور قوم

ـے طریقوں کو اپنائے وہ اہل جاہلیت میں سے ہے جو سخت وعید کے مستحق ہیں، اسی طرح اگر

ـسی کے سامنے کسی مسئلہ میں حق واضح ہو جائے، اس کے باوجود وہ اپنی رسومات کو نہ چھوڑے تو

ـہ بھی مذمت وسزا کا مستحق ہے، البتہ جو از خود احکام شرع کی معرفت سے عاجز ہو اور اس میں وہ

ـحق اتباع کرے اور نہ ہی اسے معلوم ہو کہ کسی اور کا قول اس سے راجح ہے تو وہ قابل تعریف

ـ ت ثواب ہے، اس اتباع پر نہ اس کی مذمت کی جائے گی اور نہ ہی وہ باعث عتاب ہوگا"۔

ـیہ شافعیہ مقلدین اللہ ورسول کی اطاعت سے اعراض نہیں کرتے بلکہ وہ مجتہدین کے علم وتقوی پر اعتماد

ـــ ـن کی بیان کردہ تشریحات کو برحق جان کر ان کی اتباع کرتے ہیں اور مجتہدین کو شارع نہیں بلکہ شارح

ـــ ـی: ٢/٥٩٩، رشیدیۃ).

ـتاوی: ٢٠/١٣، مکتبۃ العبیکان).

ـتاوی: ٢٠/١٢٥، مکتبۃ العبیکان).

سمجھتے ہیں اور قرآن وسنت ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

تیسرا اعتراض

اعتراض کرتے ہیں کہ ''قواعد الفقہ'' اور اسی طرح ''اصول امام سرخسی'' میں ہے: ''قرآن وسنت اور ائمہ کے قول میں تعارض ہو تو امام کے قول پر عمل کیا جائے گا''۔ یہ تو قرآن وسنت کا درجہ کم کر کے اماموں کا درجہ بڑھانا ہے۔

جواب

علمی دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ جو بات بھی نقل کی جائے اسے مکمل نقل کیا جائے، ادھوری بات نقل کرنا ﴿یا أیھا الذین امنوا لاتقربوا الصلوة﴾. [النساء: ٤٣]. کو نقل کرنا اور ﴿وأنتم سکاری﴾ کو چھوڑ دینا سراسر ظلم ہے۔ دراصل یہ قاعدہ عامی کے لئے ہے جو صاحب اجتہاد نہیں اور قرآن وسنت کی باریکیوں کو نہیں سمجھتا، ماہر فن اس سے مستثنی ہے۔ اس لئے کہ اگر ماہر فن کے سامنے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ امام کا قول قرآن وسنت کے مخالف ہے تو اسے چاہیے کہ قرآن وسنت پر عمل کرے اور امام کے قول کو چھوڑ دے اور اس بات سے وہ حنفیت سے خارج نہیں ہوتا۔ کیوں کہ خود صاحب مذہب فرماتے ہیں: "إذا صح الحدیث فھو مذھبی". اور علامہ ابن تیمیہ کا قول پہلے گزر چکا کہ من کان عاجزاً عن معرفة حکم الله الخ". عاجز اگر کسی کامل کی اتباع کرے تو وہ قابل تعریف ہے۔

چوتھا اعتراض

باوجودیکہ حنفیہ کہتے ہیں دلائل واضح ہونے کے بعد ماہر فن اگر قول امام کو خلاف حدیث پائے تو امام کے قول کو چھوڑ دے، حالانکہ ان کے ماہر فن حضرات جنہیں وہ شیخ الہند کے لقب سے ملقب کرتے ہیں یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ قول امام کمزور ہے پھر بھی اسے اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ ''تقریر ترمذی'' میں ہے: "الحق والإنصاف أن الترجیح للشافعی فی ھذہ المسئلة ونحن مقلدون یجب علینا تقلید إمامنا أبی حنیفة"(١).

''حق وانصاف کی بات تو یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی کے قول کو ترجیح دینی چاہیے لیکن چونکہ ہم مقلد ہیں، لہٰذا ہم پر اپنے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے''۔

---

(١) (تقریر الترمذی لشیخ الھند: ١/٣٦، سعید).

جواب

اگرچہ ماہرین کو قول امام چھوڑنے کی اجازت ہے لیکن شیخ الہند اپنے کو ماہر فن نہیں بلکہ عامی شمار کرتے ہیں۔ ...ے فرماتے ہیں ہم امام صاحب کی تقلید کریں گے۔ نیز آپ کو شیخ الہند اور علامہ لکھنوی کے اقوال تو نظر آجاتے ہیں ...علامہ ابن ہمام اور علامہ زیلعی کے اقوال کو بھی ملاحظہ فرمائیں جو فرماتے ہیں حنفیہ کا مسلک دلائل سے ثابت ... نیز آپ کو اس پر اطمینان نہیں تو چلیں ان مسائل کے بارے میں مناظرہ کرتے ہیں کہ حنفیہ ان مسائل میں کمزور ... ہیں؟

...ویں دلیل

﴿اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله﴾. [التوبة: ۳۱].

”انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا معبود بنالیا ہے“۔

کہتے ہیں کہ مقلدین بھی یہی کام کرتے ہیں، اپنے امام کو رب سمجھتے ہیں۔ تحلیل وتحریم اماموں کے ہاتھ میں ... جس چیز کو وہ حلال کہیں مقلدین بھی حلال کہتے ہیں جس کو وہ حرام کہیں مقلدین بھی اسے حرام کہتے ہیں۔

جواب

یہ محض الزام ہے مقلدین ائمہ کو حلال وحرام بنانے والا نہیں بلکہ حلال وحرام بتانے والا سمجھتے ہیں۔ کسی کو کافر ...ا ہے اور کافر بنانا الگ چیز ہے۔ ائمہ صرف حکم لگاتے ہیں پہلے وہ حلال وحرام پردہ خفا میں ہوتا ہے اور بعد ... ہو جاتا ہے۔

...مذمتِ تقلید میں اس آیت کو پیش کرنا بایں طور بھی درست نہیں کہ آیت میں یہود پر رد ہے کہ وہ مخالف ... اپنے علماء، درویشوں کی اطاعت کرتے تھے، جب کہ تقلید مخالف شرع امور میں نہیں کی جاتی بلکہ تقلید تو ... سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہے، اور ائمہ مجتہدین کا درجہ صرف واسطے اور شارح کا ہے۔ علامہ ... فرماتے ہیں: ”وطاعةُ الله ورسوله وتحليلُ ماحلله الله ورسوله، وتحريمُ ماحرّمه الله ... وإيجابُ ماأوجبه الله تعالى ورسوله واجبٌ على جميع الثقلين الإنس والجن، واجب على ... في كل حال سراً وعلانيةً لكن لما كان من الأحكام مالا يعرفه كثيرٌ من الناس، رجع

الناس في ذلك إلى من يعلمهم ذلك؛ لأنه أعلم بما قاله الرسول وأعلم بمراده، فالأئمة المتبعون الذين اتبعوهم وسائل وطرق بين الناس وبين الرسول يبلغونهم ماقاله ويفهمونهم مراده بحسب اجتهادهم واستطاعتهم"(۱).

"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت، اللہ اور اس کے رسول کی حلال کردہ اشیاء کو حلال اور حرام کردہ اشیاء کو حرام سمجھنا، اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کو واجب بتلایا انہیں واجب سمجھنا، جن وانس ہر ایک پر ہر حال میں جلوت ہو یا خلوت واجب ہے، لیکن ان میں کئی احکام ایسے ہیں جنہیں عام لوگ نہیں جانتے تو وہ ان حضرات کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ان احکام کو بخوبی جانتے ہیں، لہذا ائمہ مسلمین جن کی اتباع کی جاتی ہے، وہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تعلیمات لوگوں تک پہنچانے اور اپنے اجتہاد واستطاعت کے بل بوتے پر ان کی مراد سمجھانے کا ذریعہ اور واسطہ ہیں"۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ حلال وحرام بتانے کے وسائل اور ذرائع ہیں نہ کہ حلال وحرام بنانے کے، اس لئے کہ ائمہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مراد کو بہتر طریقے سے جانتے ہیں۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "إذا ثبت أن الحق هو المعتبر دون الرجال، فالحق لا يعرف دون وسائطهم، بل بهم يتوصل إليه، وهم الأدلاء على طريقه"(۲).

"جب یہ ثابت ہو گیا کہ اعتبار حق کا ہوتا ہے اشخاص کا اعتبار نہیں ہوتا لیکن حق کی پہچان بلاواسطہ اشخاص نہیں ہو سکتی کیونکہ اشخاص ہی حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں"۔

ائمہ کی اطاعت مستقل طور پر نہیں کی جاتی بلکہ ان کی اطاعت تبعاً کی جاتی ہے۔ من حيث أنهم على طريق الحق. علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "إنما يجب على الناس طاعة الله ورسوله، وهؤلاء أولو الأمر الذين أمر الله بطاعتهم إنما يجب طاعتهم تبعاً لله ولرسوله لا استقلالاً"(۳).

---

(۱) (مجموعة الفتاوى: ۲۰/۱۲٤، مكتبة العبيكان).

(۲) (الاعتصام للشاطبي، الباب العاشر في بيان معنى الصراط المستقيم، ص: ۵۹۵، دار المعرفة).

(۳) (مجموعة الفتاوى: ۲۰/۱۱٦، مكتبة العبيكان).

حدیث عدی بن حاتم

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی پیش کرتے ہیں: "حدثنا حسین بن یزید الکوفی، حدثنا عبدالسلام بن حرب، عن غطیف بن أعین، عن مصعب بن سعد، عن عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ قال: أتیت النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، وفی عنقی صلیب من ذهب، فقال: یا عدی! اطرح عنك هذا الوثن، وسمعته یقرأ فی سورة البراۃ: ﴿اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون اللہ﴾ فقال: أما إنهم لم یکونوا یعبدونهم، ولکنهم کانوا إذا أحلوا لهم شیأ استحلوه، وإذا حرموا علیهم شیأ حرموه". هذا حدیث حسن غریب لا نعرفه إلا من حدیث عبدالسلام بن حرب. وغطیف بن أعین لیس بمعروف فی الحدیث"(١).

"حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس حال میں کہ سونے کی صلیب میرے گلے میں لٹک رہی تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عدی! اس بت کو اتار پھینکو، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورۃ البراۃ کی یہ آیات تلاوت کرتے سنا ﴿اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون اللہ﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ اپنے علماء اور درویشوں کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن ان کی حلال کردہ اشیاء کو حلال اور حرام کردہ اشیاء کو حرام سمجھتے تھے (اسی وجہ سے ان پر عبادت کرنے کا اطلاق کیا گیا)۔

یہ حدیث حسن غریب ہے، عبدالسلام بن حرب کی سند کے علاوہ کوئی دوسری سند ہمارے علم میں نہیں اور اس سند میں غطیف بن اعین ہیں جو روایت حدیث کے سلسلے میں معروف نہیں"۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مذکورہ حدیث کی سند پر کلام ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "[غطیف بن

---

(١) جامع الترمذی، کتاب التفسیر، سورۃ التوبۃ: ٢/١٤٠، سعید).

أ بـ إ روى له الترمذى حديثاً واحداً، وقال: ليس بمعروف فى الحديث قلت: وضعفه ـ قطني"(١).

"غطیف ابن اعین: امام ترمذی نے ان کی روایت کردہ ایک حدیث نقل کی اور کہا کہ روایت حدیث کے سلسلے میں معروف نہیں ہیں، دار قطنی نے بھی انہیں ضعیف کہا"۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ سے اعراض کر کے احبار ورہبان کی باتوں ـ مانا جائے اور اس کی ہم بھی مذمت کرتے ہیں۔ علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قال الربيع: قلت لأبي العالية: كيف كانت تلك الربوبية فى بنى إسرائيل؟ فقال: إنهم ربما وجدوا فى كتاب الله مايخالف أقوال الأحبار والرهبان، فكانوا يأخذون بأقوالهم، وما كانوا يقبلون حكم كتاب الله"(٢).

"ربیع کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا "بنی اسرائیل کس طرح غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے"؟ ابوالعالیہ نے جواب دیا: جب انہیں توراۃ میں کوئی ایسی بات ملتی جو ان کے علماء ودرویش کی بات کے خلاف ہوتی تو وہ اپنے علماء ودرویشوں کی بات لیتے اور توراۃ کو پس پشت ڈالتے تھے"۔

جب کہ تقلید کا تعلق مسائل غیر منصوصہ اور منصوصہ متعارض فیہا سے ہے۔ ائمہ مسائل غیر منصوصہ کا حکم بتاتے ہیں اور ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ کتاب اللہ کی مخالفت تب ہوگی جب وہ حکم کتاب اللہ میں موجود ہو، جب وہ حکم قرآن وسنت میں ہے ہی نہیں تو خلاف کیسے؟ علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے گزرا کہ "امام تو اللہ اور اس کے رسول کا حکم بتانے میں واسطہ اور ذریعہ ہوتا ہے" نہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف حکم بتائے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وأما تقليد من بذل جهده فى اتباع ما أنزل الله تعالى، وخفي عليه بعضه، وقلدفيه من هو أعلم منه فهذا محمود غير مذموم ومأجور غير مأذور"(٣).

"جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کی پیروی میں حد درجہ کوشش کرے پھر بھی بعض احکام

---

(١) (تهذيب التهذيب: ٢٥١/٨، دار صادر بيروت).

(٢) (تفسير كبير: ٣٧/١٠، دار الكتب العلمية طهران).

(٣) (إعلام الموقعين: ١٣٠/٢، دار الكتب العلمية).

…ان کی سمجھ سے بالاتر ہوں اور وہ ان احکام کی معرفت حاصل کرنے میں اپنے سے زیادہ جاننے والے کی تقلید کرے تو یہ شخص قابل تعریف اور لائق ثواب ہے نہ کہ قابل مذمت اور لائق گناہ''۔

تیسواں اعتراض

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کرتے ہیں: "عن جابر بن عبد الله ، قال: كنا عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ، فخط خطاً، وخط خطين عن يمينه وخط خطين عن يساره، ثم وضع يده في الخط الأوسط ، فقال: هذا سبيل الله، ثم تلا هذه الآية: ﴿وأن هذا صراطي مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله﴾(۱).

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درمیان میں ایک لکیر کھینچی، دو لکیریں اس کی دائیں جانب اور دو لکیریں بائیں جانب کھینچیں، اور درمیانی لکیر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وأن هذا صراطي مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله﴾.

استدلال کا طریقہ ہے کہ درمیانی خط اہل حدیث کا ہے اور اردگرد والے خطوط حنفیت، شافعیت، حنبلیت اور مالکیت ہیں، لہٰذا اہل حدیث کے مسلک پر عمل کرو اور باقی چھوڑ دو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

جواب: مذکورہ حدیث سنداً متکلم فیہ ہے اس میں مجالد بن سعید پر کلام کیا گیا ہے: "روى عن الشعبي، وعنه ابنه اسمعيل وأبو خالد الأحمر، قال البخاري: كان يحى بن سعيد يضعفه. وكان ابن مهدي لا يروي عنه، وكان أحمد بن حنبل لا يراه شيئاً ، وقال ابن مديني: قلت يحى بن سعيد مجالد قال في نفسي شيء"(۲).

''مجالد بن سعید: شعبی سے روایت کرتے ہیں اور ان کے صاحبزادے اسمعیل اور ابو خالد احمر ان سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ یحیی بن سعید

---

(۱) سنن ابن ماجه: ۳، باب اتباع سنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قديمي).

(۲) تهذيب التهذيب: ۱۰/۳۹-۴۰، دار صادر، بيروت).

انہیں ضعیف قرار دیتے تھے، اور ابن مہدی ان سے روایت نہیں نقل کرتے تھے، امام احمد بن حنبل کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہ تھی، ابن مدینی فرماتے ہیں: میں نے یحیی بن سعید کے سامنے مجالد کا تذکرہ کیا تو یحیی بن سعید نے کہا خالد کے متعلق دل میں کھٹک ہے"۔

دراصل حدیث میں طرق باطلہ کے بارے میں فرمایا کہ ان پر مت چلو اور ائمہ اربعہ کے سبل برحق ہیں۔

اعتراض: حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث:"لا یقلدن أحدکم دینه رجلاً إن آمن آمن وإن کفر کفر"(۱).

سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں تصریح آگئی کہ دین کے سلسلے میں کوئی شخص کسی دوسرے کی تقلید نہ کرے کہ وہ ایمان لائے تو یہ بھی ایمان قبول کرے، اگر وہ کفر اختیار کرے تو یہ بھی کافر بن جائے۔

جواب: حدیث میں تقلید فی الایمانیات کا ذکر ہے" إن آمن آمن وإن کفر کفر" اور محض تقلید محض کے ہم بھی منکر اور مخالف ہیں۔ ہم تو مسائل غیر منصوصہ اور منصوصہ متعارض فیہا میں تقلید کے قائل ہیں۔ ان میں امام کے قول پر عمل کیا جائے گا، اس لئے حنفیہ پر اعتراض کرنا درست نہیں۔ علاوہ ازیں روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: "وإن کنتم لابد متقدین فاقتدوا بالمیت؛ فإن الحی لایؤمن علیه الفتنة".

نیز اس روایت سے تقلید مذموم کی نفی ہورہی ہے، تقلید محمود کی نفی پر اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ روایت کے الفاظ دوسری جگہ یوں ہیں:"لا یقلدن أحد أحداً وإن اهتدی". یہاں پر "إن" وصلیہ ہے جس کا مطلب ہے کہ "إن" وصلیہ قلت پر دلالت کرتا ہے۔ تو معنی یہ ہوگا ایک ایسا شخص جو راہِ راست پر نہیں اور اس کی خطائیں غالب ہیں، اگرچہ کبھی وہ صحیح کام بھی کرے تب بھی اس کی اتباع و پیروی نہ کرو۔ "وإن اهتدی" کیونکہ ایسے شخص کے صحیح افعال واقوال کی مقدار کم ہے۔

ہم آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ امام صاحب کے مسائل صحیحہ زیادہ ہیں یا غلط مسائل؟ غیر بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ امام صاحب کے مسائل صحیحہ کی تعداد زیادہ ہے۔

امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"یاهذا ! أتتقع فی رجل سلم له جمیع الأمة ثلاثة أرباع العلم وهو لا یسلم لهم الربع". اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ مروجہ علوم کے تین تہائی حصے پر امام صاحب کی

(۱) (مجمع الزوائد، باب فی القیاس والتقلید: ۱/ ۱۸۰، دار الفکر).

ہے جب کہ ایک تہائی میں بھی امام صاحب ان سے مقابلہ کرتے ہیں(۱)۔

اعتراض: قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے خود اصول بیان کیا:﴿فإن تنازعتم فی شیء فردُّوه الی الله والرسول﴾ بوقت اختلاف قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرو اور جو مسئلہ قرآن وحدیث کے مطابق ہو اس پر عمل کرو، ائمہ مجتہدین کا آپس میں اختلاف ہے، لہذا اس اصول کے پیش نظر ہم ائمہ کے اقوال کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پرکھیں گے، جس کا قول قرآن وسنت کے مطابق ہو، اسی کو لیں گے۔

جواب: آیت کا سیاق وسباق خود اس پر دال ہے کہ یہ حکم مجتہدین کے لئے ہے کیونکہ اولاً عوام کو حکم دیا کہ اولی الامر کی اطاعت کریں تو کیا جو حضرات خود مقلد ہیں اور اولی الامر کے متبع، وہ مجتہدین کے اختلاف میں فیصلہ کریں گے؟ یا للعجب۔

حالانکہ اجتہاد وافتاء کا اہل کون ہے؟ امام احمد فرماتے ہیں:"ینبغی للرجل إذا حمل نفسه علی الفتیا أن یکون عالماً بوجوه القرآن عالماً بالأسانید الصحیحة، عالماً بالسنن. وقال فی روایة أبی الحارث: لا تجوز الفتیا إلا لرجلٍ عالمٍ بالکتاب والسنة. وقال فی روایة حنبل: ینبغی لمن افتیٰ أن یکون عالماً بقول من تقدم. وقال فی روایة محمد بن عبید الله بن المنادی، وقد سمع رجلاً یسأله: إذا حفظ الرجل مائة ألف حدیثٍ یکون فقیهاً؟ قال: لا، قال: فمائتی ألف؟ قال: لا، قال: فثلاث مائة ألف؟ قال: لا، قال: فأربعمائة ألف، قال بیده هکذا، وحرکها. وقال عبدالله بن أحمد: سألت أبی عن الرجل یکون عنده الکتب المصنفة فیها قول رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم والصحابة والتابعین، ولیس للرجل بصیرةٌ بالحدیث الضعیف المتروک ولا الإسناد والقوی من الضعیف، فیجوز أن یعمل بماشاء ویتخیر منها، فیفتی به ویعمل به؟ قال: لایعمل حتی یسأل مایؤخذبه منها، فیکون یعمل علی أمرٍ صحیحٍ یسأل من ذلك أهل العلم(۲) .

"جب کسی شخص کو علوم قرآن، اسانید صحیحہ واحادیث میں مہارت حاصل ہو تبھی فتویٰ دینا اس کے لئے مناسب ہے۔ ابو الحارث کی روایت میں ہے: جسے قرآن وحدیث کا اچھی طرح

---

(۱) المبسوط للسرخسی: ۱/۷۱، مقدمة المولف، غفاریه).

(۲) أعلام الموقعین، فصل فی کلام الأئمة فی أدوات الفتیا: ۱/۶۵-۶۶، دار الجیل).

علم نہ ہو اسے فتوی دینا جائز نہیں۔ حنبل کی روایت میں ہے: مفتی کو چاہیے کہ متقدین کے اقوال سے بھی واقف ہو۔ ایک شخص نے امام احمد سے پوچھا: اگر کوئی شخص ایک لاکھ احادیث یاد کرے تو وہ فقیہ ہوگا؟ امام احمد نے جوب دیا: نہیں، پھر کہا دو لاکھ احادیث یاد کرے تو فقیہ ہوگا؟ فرمایا: نہیں، پھر پوچھا تین لاکھ احادیث یاد کرنے والا فقیہ ہوگا؟ فرمایا: نہیں، سائل نے کہا چار لاکھ احادیث یاد کرے تب فقیہ ہوگا؟ امام احمد نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرکے انہیں ہلایا اور فرمایا: اتنی احادیث یاد ہوں تب فقیہ ہوگا۔

عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے پوچھا اگر کسی کے پاس حدیث و آثار صحابہ وتابعین کی کتابیں ہوں لیکن اسے احادیث پرکھنے کا ملکہ، قوی وضعیف سند کی تمیز نہ ہو تو آیا ایسے شخص کے جائز ہے کہ حدیث وآثار میں سے کسی کو بھی اختیار کرے، فتوٰی دے اور عمل کرے، امام احمد نے فرمایا: اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں، البتہ اگر وہ اہل علم سے پوچھ کر صحیح مسئلے پر عمل کرے تو درست ہے''۔

قال الشافعی فیما رواہ عنه الخطیب فی کتاب "الفقیه والمتفقه" له: لایحل لأحد یفتی فی دین الله إلا رجلاً عارفاً بکتاب الله بناسخه ومنسوخه ومحکمه ومتشابهه وتأویله وتنزیله ومکیه ومدنیه، وما أرید به، ویکون بعد ذلك بصیراً بحدیث رسول الله صلی الله صلی الله تعالی علیه وسلم، وبالناسخ والمنسوخ، ویعرف من الحدیث مثل ماعرف من القرآن، ویکون بصیراً باللغة بصیراً بالشعر، ومایحتاج إلیه للسنة والقرآن، ویستعمل هذا مع الإنصاف، ویکون بعد هذا مشرفاً علی اختلاف أهل الأمصار، وتکون له قریحة بعد هذا، فإذا کان هذا فله أن یتکلم ویفتی فی الحلال والحرام، وإذا لم یکن هکذا فلیس له أن یفتی"(۱) .

''الفقیه والمتفقه'' میں خطیب امام شافعی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: امور دینیہ میں فتوٰی دینے کا اہل وہ شخص ہے جو علوم قرآنیہ: ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ آیات اور ان کی تاویل، نزول آیات، مکی ومدنی سور اور مقصدِ قرآن سے اچھی طرح واقف ہو، اس کے ساتھ

---

(۱) (إعلام الموقعین، شروط الإفتاء عند العلماء: ۱/ ٤٨، دار الجیل).

۔ تھ اسے حدیث میں بھی مہارت تامہ حاصل ہو، احادیث منسوخہ، محکمہ وغیرہ سے واقف ہو اور
تحت میں ماہر ہو، اشعار میں بھی اسے ملکہ حاصل ہوتا کہ بوقتِ ضرورت قرآن وحدیث سمجھنے میں
مددگار ہوں۔ ان تمام امور کے علاوہ حق وانصاف سے دامن گیر رہے اور معاصرین کے
خلاف پر بھی نظر رکھے اور بیدار مغز بھی ہو۔ جب یہ صفات کسی میں پائی جائیں تو اسے کچھ بات
کہنے اور حلال وحرام سے متعلق فتویٰ دینے کی اجازت ہے، اگر یہ صفات نہیں تو وہ اہل فتویٰ نہیں
کہلائے گا"۔

مجتہد ومفتی کے لئے اتنی سخت شرائط اور مجتہدین میں اختلاف ہو تو ﴿فان تنازعتم فی شیء فردوہ إلی
۔۔۔ سول﴾ کے پیشِ نظر غیر مقلدین فیصلہ کریں اور اپنی رائے سے بعض مجتہدین کو مخطی اور بعض کو مصیب قرار
۔ یہ جاہل کا انصاف ہے۔ جب ایک عام عالم کو فتویٰ دینے کی اجازت نہیں تو چہ جائیکہ ایک عام شخص جسے قرآن
۔۔۔ سے واقفیت نہیں، نہ ہی صَرف ونحو و دیگر علوم پر عبور ہے، وہ مجتہدین کا حَکَم کیسے بن سکتا ہے؟

اعتراض: امام صاحب مہدی ومہتدی ہیں یا ضال ومضل؟ اگر آپ اپنی فطرت سے مجبور ہو کر ضال:
۔ یہ تو بالکل غلط ہے، کسی نے بھی امام صاحب کو ضال ومضل نہیں کہا بلکہ مہدی ومہتدی اور مجتہد تسلیم کیا ہے۔
۔۔ کہنے والا کوئی بدنصیب ہی ہو سکتا ہے۔ انسانوں میں مضل خود بھی ضال ہوتا ہے۔ جب آپ امام صاحب کو
۔۔ مجتہد تسلیم کرتے ہیں تو انہی کے بتائے ہوئے راستے پر ہم گامزن ہیں، لہٰذا ہم کیسے ضال ٹھہرے!!
کبھی کہتے ہیں کہ چلو مان لیا امام صاحب مہدی ومہتدی ہیں لیکن معصوم تو نہیں، ان سے غلطی ہو سکتی ہے اور
۔ یہ بھی ہوتا ہے اور مصیب بھی۔ آپ تو ہر مسئلے میں امام صاحب کی بات کو لیتے ہیں۔
۔ س کا جواب یہ ہے کہ فقہ حنفی لاکھوں مسائل کا مجموعہ ہے۔ ان میں مسائل غیر منصوصہ، منصوصہ متعارض فیہا
۔۔ یہ سارے کے سارے مسائل غلط ہیں یا سب کے سب صحیح یا پھر کچھ کچھ صحیح اور کچھ غلط۔ ان میں تین
۔۔۔ ہو گئے۔

۔ احتمال

پہلا احتمال کہ سارے کے سارے غلط ہیں، کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے کہ سب کے سب مسائل غلط
۔۔ سل صرف آپ کے کہنے کی وجہ سے غلط قرار پائے۔ اگر آپ کا ان کو غلط قرار دینا دلیل ہے اس کے علاوہ کوئی

دلیل نہیں تو یہ سفسطہ ہے اور سوفسطائیہ کی بات معتبر نہیں۔

اگر آپ انہیں بالدلیل غلط قرار دیتے ہیں تو دلیل کیا ہے؟ صرف کسی ایک دلیل سے تمام مسائل کی تغلیط کریں گے یا ہر ایک مسئلے کی تغلیط مستقل دلیل سے کریں گے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک دلیل سے سب مسائل کی تغلیط کی جائے، لہٰذا پہلے آپ مسئلے کو متعین کریں اور پھر اس کی تغلیط پر دلیل پیش کریں تاکہ علمی دیانت کا حق ادا ہو جائے۔

دوسرا احتمال

دوسرا احتمال یہ ہے کہ سب مسائل درست ہیں، اگر آپ اسے تسلیم کرتے ہیں تو پھر مناظرے اور بحث مباحثے کی کیا ضرورت؟

تیسرا احتمال

کچھ مسائل صحیح اور کچھ غلط ہیں تو اس میں آپ متعین کریں کہ زیادہ صحیح ہیں یا غلط، کچھ کو متعین کریں۔ اگر زیادہ صحیح ہیں تو اعلان کریں کہ میں ان مسائل میں حنفی بن گیا، یہ لکھ کر دو پھر باقی میں بحث کریں گے، اگر زیادہ غلط ہیں تو اس اکثریت کی تعیین کی جائے تاکہ ان میں بحث کریں اور اگر معلوم ہی نہیں اکثریت صحیح ہے یا غلط تو یہ نری جہالت ہے کہ اس حالت میں آپ بحث ومباحثہ کر رہے ہیں اور امام صاحب پر الزام تراشی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

فقہ حنفی کی تعریف

اصل بات یہ ہے کہ فقہ حنفی ان تمام مسائل کا نام نہیں جو فقہ حنفی کی کتابوں میں مذکور ہیں بلکہ فقہ حنفی "الأقوال التی یفتی بها ویعمل بها" کا نام ہے۔ جن اقوال پر فتویٰ ہے اور ان پر ائمہ نے عمل کیا ہے۔ فقہ حنفی میں موجود ہر مسئلے کا جواب دینا ہمارے ذمے لازم نہیں، اگر آپ صرف مفتی بہ ومعمول بہ قول کے بارے میں ثابت کریں کہ قرآن وسنت کے خلاف ہے تو پھر ہم بحث کریں گے۔ ضعیف اور مرجوح اقوال کو تو ہم خود قابل اعتناء نہیں سمجھتے، "شرح عقود رسم المفتی" میں لکھا ہے: "الواجب علی من أراد أن یعمل لنفسه أو یفتی غیره أن یتبع القول الذی رجحه علماء مذهبه، فلا یجوز له العمل أو الإفتاء بالمرجوح ...... وقد نقلوا الإجماع علی ذلك"(١)۔

"جو خود کسی قول پر عمل کرنا چاہے یا کسی کو فتویٰ دینے کا ارادہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ

(١) (شرح العقود: ٣٥، ١٦٢، الرشید وقف).

اس قول کی پیروی کرے جسے مذہب کے علماء نے راجح قرار دیا ہو، مرجوح قول پر عمل کرنا یا فتویٰ دینا قطعاً جائز نہیں...... اور اس پر علماء نے اجماع نقل کیا ہے"۔

یہ بعینہٖ اسی طرح ہے جیسے کتب احادیث میں صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ احادیث موجود ہیں لیکن محدثین صرف انہی احادیث کو قابل اعتناء سمجھتے ہیں جو از قبیل صحیح یا حسن ہوں۔ موضوع ضعیف وغیرہ کو معتبر قرار نہیں دیتے۔ حدیث یہ کہ کتب احادیث میں جو حدیث بھی آجائے محدثین پر لازم ہے کہ اس کا جواب دیں، درست نہیں۔ (۱)

اگر آپ پھر بھی حنفی سے ہر ہر قول کا جواب طلب کرتے ہیں تو پھر اولاً ہمیں اپنے اصول قرآن وحدیث کے مطابق آیات منسوخہ اور احادیث غیر معمول بہا کا جواب دیں، اس لئے کہ ہر حدیث صحیح پر عمل کرنا ضروری نہیں۔

---

(۱) امین اللہ پشاوری صاحب یہاں بھی زور آزمائی کرتے ہوئے ص: (۱۳۲) فرماتے ہیں: احناف خود لکھتے ہیں کہ مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں صحیح اور غلط ہر دو مسئلے پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس میں کچھ امام ابوحنیفہ کے اقوال ہیں اور کچھ دوسروں کی باتیں ہیں تو اس کا فرق ہونا چاہیے تاکہ پوری فقہ امام صاحب کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔ لہٰذا مقلد کو اپنی فقہ کی تحقیق کرنی چاہیے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ مولویوں کی کتابوں میں آپ تحقیق کرتے ہیں تو کتاب وسنت میں کیوں نہیں کرتے؟ جو کہ سر چشمے ہیں اور ان فقہ کی کتابوں کا یہ مقام نہیں ہے۔ پھر علامہ لکھنوی رحمہ اللہ کی عبارات اور تحفۃ المناظر کی مذکورہ عبارت لکھنے کے بعد لکھتے ہیں: پس ہم کہتے ہیں کہ مفتی بہ اور غیر مفتی بہ معلوم کرنے کے لئے بھی تحقیق درکار ہے اور اگر مفتی بہ معلوم بھی ہو جائے پھر بھی مشکوک مسئلہ ہے، کیوں کہ اس کی اساس تقلید پر ہے۔

مولانا کو کم از کم یہاں وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے احناف کی تعریف کرنی چاہیے تھی کہ وہ ہر مسئلے کو قابل اعتناء نہیں سمجھتے بلکہ صرف مفتی بہ اقوال پر ہی عمل کرتے ہیں، لیکن فطری طبیعت نے یہاں بھی اعتراض پر مجبور کیا۔ جہاں تک مولانا کی اس بات کا تعلق ہے کہ کتاب وسنت میں تحقیق کیوں نہیں کرتے تو یہ بداہت کا انکار ہے۔ حدیث وتفسیر میں احناف کی لکھی ہوئی لاتعداد کتب مولانا کے اس تجاہل عارفانہ کی تردید کرتی ہیں۔ یہ کہنا کہ مفتی بہ اور غیر مفتی بہ معلوم کرنے کے لئے تحقیق درکار ہے اور اگر مفتی بہ معلوم بھی ہو جائے پھر بھی مشکوک مسئلہ ہے، کیوں کہ اس کی اساس تقلید پر ہے۔ مولانا کی یہ دلیل غیر مسلموں کے لئے بہت وزنی ہے کہ مسلمان سب ہی مشکوک مسائل پر چل رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر مفتی بہ اور غیر مفتی بہ کی تحقیق آپ کے لئے مشکل ہے اور آپ اسے مشکوک جانتے ہیں تو آپ اس پر عمل نہ کریں۔ دوسروں کو اس کا الزام دینے کا حق آپ کو نہیں کہ وہ بھی آپ کی تحقیق کو حرف آخر مانتے ہوئے اس پر عمل کریں۔ ہم نے صرف مفتی بہ وغیر مفتی بہ کی بخوبی تحقیق کرتے ہیں، بلکہ یقین کے درجے میں ان پر عمل کرتے ہیں۔ نیز ص (۔۔۔) پر آپ کا اقرار موجود ہے کہ ہمارے عام مسائل چار مذاہب میں موجود ہیں تو کیا یہ کہنا بجا نہیں کہ آپ کے عام مسائل بھی مشکوک ہیں۔

اگر آپ ہم سے "ھدایہ" وغیرہ کے ہر ہر مسئلے پر عمل کرانا چاہتے ہیں تو اولاً "بخاری" کی ہر ہر حدیث پر عمل کریں۔ کتاب التفسیر میں ﴿فاتوا حرثکم انی شئتم﴾ [البقرۃ:۲۲۳] کی تفسیر میں حضرت ابن عمر کی صحت بول قائماً، فجر کی سنتیں پڑھ کر سو جانا اور پھر اٹھ کر فرض پڑھنا۔ اور ایسی دیگر احادیث موجود ہیں ان پر عمل کریں۔ بخاری میں کتنی احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ موجود ہیں لیکن ان پر آپ کا عمل نہیں اس لئے کہ آپ اقوال صحابہ کو حجت ہی نہیں سمجھتے۔

الزام: کہتے ہیں کہ متاخرین کے بہت سے اقوال ایسے ہیں وہ فقہ حنفی کے مخالف ہیں، آپ کے متاخرین خود فقہ حنفی سے بے زار ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اگر متاخرین قواعد وضوابط اور متقدمین کے فتاویٰ کی روشنی میں کوئی حکم جاری کریں تو اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ وہ فقہ حنفی سے بیزار ہیں۔ اس طرح تو غیر مقلدین کئی احادیثوں پر عمل نہیں کرتے، لہٰذا کہا جائے گا کہ غیر مقلدین حدیث سے بیزار ہیں۔

جواب: دراصل بات یہ ہے کہ یہ اس قسم کے مسائل ہیں جن میں متاخرین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس زمانے میں اس قول پر عمل ہوگا اور پہلے والے قول پر عمل نہیں کیا جائے گا یعنی تبدل زمان سے حکم بھی تبدیل ہوگا۔ اور اس سے فقہ حنفی سے خروج لازم نہیں آتا، ایسے مسائل کی تعیین اہل فن اور ماہرین کریں گے۔

امام معصوم نہیں

کہتے ہیں کہ "امام معصوم نہیں ان سے غلطی ہو سکتی ہے۔" یہ بات درست ہے کہ امام معصوم نہیں اور ان سے غلطی ہو سکتی ہے لیکن آپ یہ کہتے ہیں کہ "یہ مسئلہ غلط ہے" اور "ہو سکتا ہے" میں بہت فرق ہے۔ صرف اس احتمال کی وجہ سے آپ امام صاحب کے سارے استنباطات کو غلط قرار دیتے ہیں۔ احتمال تو ہر مسئلے میں نکلتا ہے احتمال کی بنیاد پر فیصلہ کرنا اور حقائق کو ٹھکرانا کسی صورت میں درست نہیں۔ احتمال تو (نعوذ باللہ) قرآن میں بھی ہو سکتا ہے تو کیا اس احتمال کی وجہ سے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) آپ قرآن کو غلط قرار دیں گے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ قرآن کے بارے میں تو ﴿إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون﴾ [الحجر: ۹]، موجود ہے تو اس پر بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ بھی خود بنائی ہوئی ہو۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں محض احتمال کی وجہ سے کسی مسئلہ کو غلط نہیں قرار دیا جا سکتا۔

عقل کسی چیز کو نہیں چھوڑتی۔ ہر چیز کے اندر احتمال نکال لیتی ہے، عقل تو یہ بھی کہتی ہے کہ آدمی اچھا بھی

... کسی اور سے پیدا ہوا ہو۔ قرآن کریم کی آیت ﴿یعرفونه كما يعرفون أبناء هم﴾ [البقرة:١٤٦]،
... حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا: ٹھیک ہے قرآن کی آیت یہ کہتی ہے لیکن ہم کو اپنے بیٹوں کے بارے میں
... تا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق یقین ہے۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ ہمارے بیٹے
... اس بارے میں تو شک کیا جاسکتا ہے لیکن نبی کی نبوت کے بارے میں ہمیں کوئی شک نہیں۔ اس پر
... سے رونے لگے اور حضرت عبداللہ بن سلام کا ماتھا چوم لیا(۱)۔

الزام: ائمہ کرام نے خود اپنی تقلید سے منع کیا کہ ہماری تقلید نہ کرنا اور آپ زبردستی انہیں مقلد اور اپنے کو مقلد
...

جواب: ائمہ نے صرف ان مسائل میں تقلید سے منع کیا جو مسائل منصوصہ غیر متعارض فیہا ہیں۔ باقی
... میں تقلید سے منع نہیں کیا کیونکہ مسائل اجتہادیہ میں تقلید سے منع کرنا کاروبار زندگی کو بند کرنے کے
... جیسا کہ خطیب کے حوالے سے گزرا "لو منعنا التقليد في هذه المسائل الخ"۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ائمہ نے ان لوگوں کو تقلید سے منع کیا جن میں اجتہاد کی صلاحیت
... إنما يتم فيمن له ضرب من الاجتهاد"(۲)۔

... شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هو [المنع] محمول على من له قدرة على استنباط الأحكام
... والسنة"(۳)۔

"جو لوگ قرآن وسنت سے مسائل استنباط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں انہیں تقلید سے
منع کیا گیا ہے"۔

... سے گفتگو کے طریقے

... بھی غیر مقلد سے واسطہ پڑے تو حدیث کی دو تین کتابیں رکھ لیں اور کہیں کہ نماز کے متعلق گفتگو کرتے
... سے پہلے تکبیر تحریمہ ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ فرض، واجب، سنت؟ پھر رفع الیدین عند التکبیر، ثنا،

---

(۱) ... : ۱۳/۲، دار إحياء التراث العربي)۔

(۲) ... المفيد: ۴۴۴/۱، قديمي)۔

(۳) ... الكبرى: ۶۲/۱، مصطفى البابي الحلبي، مصر)۔

حجیت

طریقہ

محدثین سند حدیث بیان کرتے وقت کہتے ہیں: حدثنا فلان مثلاً حدثنا الحمیدی ،حمیدی محدث ہیں
بیان کرتے ہیں۔ حمیدی کی بات (حدثنا فلان) آپ کے نزدیک حجت ہے یا نہیں؟ اگر حجت نہیں تو آپ
یہ دلیل کیوں آئے؟ اگر حجت ہے تو حمیدی اطیعوا اللہ میں داخل ہے یا اطیعوا الرسول میں؟ یہ تو آپ
۔حمیدی سچا ہے تو حمیدی کو سچا (صادق) کہنے والا کون ہے؟ علامہ زیلعی، حافظ ابن حجر، ابن عدی وغیرہ۔ تو
کیا دلیل ہے کہ یہ خود سچے ہیں اور ان کی بات معتبر ہے۔ اور ان کی بات بھی تو قرآن و حدیث نہیں جو آپ
تے ہیں۔

حمیدی، علامہ ذہبی، حافظ ابن عدی وغیرہ کے سچا ہونے پر کون سی دلیل قطعی ہے، ان کے بارے میں آپ
۔اکثریت نے ان کو سچا قرار دیا ہے، لہٰذا یہ سچے ہیں، تو امام صاحب کے عادل وثقہ ومجتہد مصیب ہونے کو
تسلیم کرتی ہے، ادھر آپ کیوں کتراتے ہیں۔

حدیث کی اقسام متواتر مشہور عزیز، غریب، تواتر الاسناد، تواتر لفظی ومعنوی، اسباب طعن وجرح، ضعیف کی
معروف وغیرہ یہ اصطلاحات آپ کے نزدیک معتبر ہیں یا نہیں؟ اور یقیناً معتبر ہیں۔ تو کیا بات ہے کہ
اصطلاحات تو معتبر اور فقہاء کی اصطلاحات غیر معتبر؟ محدثین کا معلل کہنا معتبر اور فقہاء کا معلل کہنا غیر۔
"الفقهاء هم أعلم بمعاني الحديث" آخر یہ ظلم کیوں؟

☆......☆......☆......☆......☆